من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکفرون (المائدۃ: ۴۴)
ترجمہ: جو کوئی اس کلام سے فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ لوگ کافر ہیں

تکفیر کے موضوع و جزئیات پر بہترین اور مدلل کتاب

مسائل التکفیر

مصنف: علامہ محمد ظہیر الدین قرآنی

مکتبۃ اہل القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکفیر کا مطلب :

شرعاً تکفیر کا مطلب ہے کسی کو اللہ کا ناشکرا و مخالف ٹھہرانا یا پھر کسی پر مخالفین خدا کے احکام میں سے کوئی حکم لاگو کرنا مثلاً کسی کے سلام کا جواب نہ دینا یا اسکا جواب واجب نہ ماننا جب کہ اس مقام پر جواب سلام فرض ہوتا ہو یا کسی کے لئے دعائے مغفرت کو حرام ٹھہرانا یا اس سے بھائی چارہ نہ رکھنا وغیرہ۔

تکفیر کافر کا حکم :

کافر کی تکفیر اللہ کا حق ہے اور ہر عالم دین پر فرض عین ہے اور جو عالم دین نہیں ہے اس پر علم قرآن حاصل کرنا فرض ہے اس کے بعد اس پر بھی کافر کی تکفیر فرض ہے کیونکہ کافر کے بارے میں یہ رب العلمین کا فیصلہ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک اسکا مجرم و غدار ہے کیونکہ وہ اپنے رب کا ناشکرا و مخالف ہے اور کافر کہتے ہی اسے ہیں اور اللہ کے کلام کے مطابق فیصلہ کرنا فرض ہے لہذا کافر کی تکفیر نہ کرنا جب کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق کافر ہو چکا ہے یہ بھی کفر ہے اگرچہ وہ یہ کہے کہ میں فلاں شخص کے بارے میں سکوت کرتا ہوں اسکے لئے کوئی تکریمی کلمہ نہیں کہتا جب کہ اس کے لئے اس شخص کا کفر واضح ہو چکا ہے اللہ نے فرمایا من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الکفرون (المائدۃ: ۴۴) ترجمہ : "جو کوئی اس کلام سے فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ لوگ کافر ہیں" اور فرمایا لا یشرك فی حکمه احدا (الکھف: ۲۶) ترجمہ : وہ اپنی حاکمیت میں کسی کو شریک نہیں بناتا اور فرمایا ان الحکم الا للہ ترجمہ فیصلہ تو صرف اللہ کا ہے اور فرمایا اعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئا (النساء: ۳۶) ترجمہ اللہ کی تابعداری کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور فرمایا لا تشرك باللہ ان الشرك لظلم عظیم (لقمن: ۱۳) ترجمہ اللہ کے ساتھ شریک مت بنا یقیناً شرک عظیم ظلم ہے۔ جب کسی کی رب العلمین سے مخالفت واضح ہو جائے اس کے باوجود اسکی تکفیر نہ کرنا اس پر وہ احکام لاگو نہ کرنا جو اللہ نے اپنے مخالفین کے لئے نازل کئے ہیں یا پوچھے جانے پر اس کافر کی تکفیر نہ کرنا یا اسکے کفر پر بے دلیل و اجتہاد پردے ڈالنا یہ فیصلہ اللہ کی شریعت کے مطابق نہیں ہے لہذا یہ بھی کفر ہے اور شرک اکبر ہے کیوں کہ یہ خلاف قرآن فیصلہ کر کے اس نے اپنے نفس کو اللہ کی حاکمیت میں شریک کیا ہے۔

کافر کی تکفیر نہ کرنا ایسا ہے جیسے کسی مسلم کو مسلم نہ ٹھہرانا جب کہ یہ فرض ہے کہ مسلم کو مسلم ٹھہرائیں اور اسے مسلمانہ حقوق دیئے جائیں اس سے ولاء (بھائی چارہ)، دعائے مغفرت، انکے جان و مال کو محترم مانا جائے اور دیگر حقوق دیئے جائیں۔

تعطیل تکفیر کا مسئلہ :

ہمارے یہاں بہت سے لوگ ہیں جو فریضہ تکفیر کو معطل کرنا پر تلے ہیں جب کہ تکفیر ہر انسان کا شرعی فریضہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ حق نہیں بنتا کہ ہم کسی کو کافر ٹھہرائیں کون کافر ہے اسکا فیصلہ تو اللہ قیامت کے دن کریں گے اور اسطرح کی آیات پڑھتے ملیں گے فاللہ یحکم بینهم یوم القیمة فیما کانوا فیه یختلفون ترجمہ "تو اللہ انکے درمیان روز قیامت اس معاملات میں فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے" تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم خود سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ اللہ کے حکم پر ہمیں کافر کی تکفیر کرنی ہوتی ہے یعنی کافر کو کافر کہنا اسکے ساتھ کافرانہ سلوک رکھنا اسے اہل ایمان کی تخفیفات و دینی و دنیاوی انعامات و رحمت سے محروم ٹھہرانا جو کہ رب تعالی کا ہی فیصلہ ہے نہ کہ ہمارا ذاتی فیصلہ لہذا ہم پر لازم ہے کہ ہم رب تعالی کے فیصلے کے مطابق ہی فیصلہ کریں اس مقام پر بلاعذر شرعی سکوت کرنا یا تکفیر سے باز رہنا شریعت سازی اور خود ساختہ فیصلہ ہے اور اللہ تعالی پر بہتان ہے کہ وہ کافر کافر نہیں ہے یہ کفر و شرک کی گھٹیا ترین شکل ہے اور جھوٹ ہے۔ رہی آیت کی بات تو اس آیت میں اللہ ایسے فیصلے کی بات کر رہا ہے جس کو رد کرنے کی طاقت کسی کفار عنید میں نہیں

ہوگی جیسے کہ وہ انبیاء کے معجزے اور دیگر دلائل کو جادو اور جھوٹ بول کر مسترد کر دیا کرتے تھے مثلاً انکے ہاتھ و پاؤں خود انکے کفر کی شہادت دیں گے اور اللہ ان کے سامنے جھنم کو پیش کردے گا جس کو سنجیدہ نہیں لیتے تھے وغیرہ اسکا یہ مطلب نہیں ہے نعوذباللہ کہ ظالم کو ظالم نہ کہو اور بہت سے بزدل منافقین خود کو تکفیر سے بچانے کے لئے برحق تکفیر کرنے والوں کو خوارج خوارج کہہ کر بدنام کرتے ہیں تاکہ انکی بچت ہوجائے یہ لوگ بھی کفار مشرکین ہیں۔

منافقین اور جن کے دلوں میں مرض ہے یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ گزشتہ لوگ جو مر گئے ہیں ہم ان کی کیوں تکفیر کریں ہمیں اللہ نے (نعوذباللہ) انکی تکفیر کرنے کا حکم نہیں دیا انکے اعمال کا سوال ہم سے نہیں ہوگا تو دراصل یہ دین میں مداہنت و بزدلی ہے یہ اللہ کے حکم پر صبر کرنے سے ڈرتے ہیں اور حق سے منہ موڑتے ہیں اور لوگوں کی ملامت کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اس خوف و اضطراب سے بچنے کے لئے انہوں نے یہ بہانہ تراشہ ہے ورنہ تو ابوجہل بھی مرگیا ہے کیا اسے کافر نہ ٹھہرائیں! اور وہ کفار جو غزوہ بدر میں مرے یا غزوہ احد یا غزوہ احزاب و حنین و تبوک وغیرہ میں مرے کیا انہیں بھی کافر نہ کہا جائے کیونکہ وہ مر گئے ہیں! ظالم کو ظالم کافر کو کافر منافق کو منافق مشرک کو مشرک ٹھہرانا عدل و انصاف ہے اور اللہ کا حکم ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جو کلمہ گو ہو خود کو مسلمان کہتا ہو ہمیں یہ حق نہیں بنتا کہ ہم انکی تکفیر کریں تو میرا سوال یہ ہے کہ پھر منافق کون ہوتا ہے! منافق بھی کلمہ گو ہوتا ہے لیکن وہ اپنے عمل یا اعتقاد سے اللہ کی مخالفت کر رہا ہوتا ہے تو منافق کافر ہوتا ہے اور منافقین کے ذکر سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے بلکہ پوری ایک سورت المنافقون موجود ہے اللہ نے فرمایا اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون اتخذوا ايمانهم جنة (المنافقون) ترجمہ: "جب تیرے پاس منافقین آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ضرور اللہ کا قاصد ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو اللہ کا قاصد ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں انہوں نے اپنے ایمان کو ڈھال بنا رکھا ہے" تو معلوم ہوا حق بات کی زبانی گواہی دینے سے کوئی مؤمن نہیں ہوجاتا بلکہ مؤمن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ کی کسی بھی نوعیت سے مخالفت نہ کرے ہر طرح سے اسکی اطاعت کرے اللہ نے فرمایا اتقوا الله ان كنتم مؤمنين (المائدة: ۵۷) "اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو" یہ کتاب ہماری ایمان و کفر کے موضوع پر نہیں ہے اسکے لئے ہم اپنی دیگر کتابوں میں بہت تفصیل کر چکے ہیں اس کے لئے ہماری کتب فقۃ البینات یا المستقصی اور المستشفی شرح المستقصی اور الوصول الی اقوال الرسول اور المقتصد فی المعتقد دیکھیں۔ اللہ نے ہمیں ان کلمہ گو مخالفین سے بچنے کا حکم دیا ہے فرمایا هم العدو فاحذرهم (المنافقون) ترجمہ: "یہ دشمن ہیں لہذا ان سے بچو" جو اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہے اس کے بارے میں یہ جہال کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم انکی تکفیر کریں جو خود کو مسلمان کہتا ہے اسکا فیصلہ قیامت کے دن رب تعالی کرے گا العیاذباللہ یہ فتنہ مرجئیت ہے۔

تکفیر عاذر کا مسئلہ:

تکفیر عاذر یعنی جو کسی کافر کی طرف سے عذر پیش کرے اسے اسکے کفر میں معذور ٹھہرائے اسے عاذر کہتے ہیں مثلاً زید مزار پر گیا اور وہاں جا کر اس قبر والے مردے سے دعا کی کہ وہ اسکی فلاں مشکل حل کرے یہ یقیناً واضح شرک ہے یہ دیکھ کر بکر نے کہا کہ یہ بیچارہ نہیں جانتا کہ یہ حرام و شرک ہے اس پر قیام حجت نہیں ہوا ہے لہذا یہ کافر نہیں تو بکر عاذر ہے سوال یہ ہے کہ کیا یہ عاذر بھی کافر ہوجائے گا؟ اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ صریح کافر کو معذور ٹھہرانے والا بھی کافر ہے اگرچہ وہ تاویل و اجتہاد پیش کرے کیونکہ زید ہمارے نزدیک کافر مشرک ہے کیونکہ وہ غیر اللہ سے دعا مانگ رہا ہے اور چونکہ بکر کافر کی تکفیر نہیں کر رہا ہے اور کافر کی تکفیر نہ کرنا بھی کفر ہے لہذا تکفیر سے رکنے والا بکر بھی کافر ہے اگرچہ وہ تاویل و اجتہاد پیش کرے کیونکہ قرآن شریف سب کو پہنچ چکا ہے لہذا اسکی عاذر کی تاویل اسکی تکفیر سے

مانع نہیں لیکن قیام حجت کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مشرک اکبر کا عذر جہل یا عذر تاویل قبول کرنا کتاب وسنت اور اجماع قطعی کے خلاف ہے اسکا موقف کے حاملین حازمیہ ہیں یہ جماعت ہے جو ایک سعودی عالم احمد بن عمر الحازمی کی اس رائے سے متاثر ہوئی۔

دوسری جماعت وہ ہے جو مشرک اکبر کے عذر جہل کے سبب تکفیر سے رکنے والوں کی تکفیر نہیں کرتی بلکہ اسے احتیاط کہتی ہے کیونکہ دور حاضر میں جہل بہت عام ہوچکا ہے اور شکوک وشبہات بڑھ گئے ہیں اس رائے کوئی اکثریت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں جو مشرک اکبر کا جہل یا تاویل وشبہ کا اعتبار کرے اور اسکے علم و تحقیق کے مطابق شرک اکبر میں بعض جگہ جہل و غفلت کا عذر معتبر ہو اور اس مشرک کی تکفیر سے رکے اور اسکے شرک کو شرک ٹھہرائے تو یہ ایک اجتہاد ہے اس عاذر (عذر بتانے والے) کی قیام حجت سے قبل تکفیر نہیں کیونکہ اجتہادی خطا معاف ہے لیکن اگر ایسا ہے کہ وہ شرک اکبر میں عذر جہل و تاویل کو مطلقا باطل مانتا ہے اور پھر بھی ایسے عذر قبول کررہا ہے تو وہ عاذر بھی کافر ہے یا اگر وہ شرک اکبر میں عذر و تاویل کو مطلقا باطل نہیں مانتا یعنی بعض صورتوں میں ایسے عذر معتبر مانتا ہے لیکن بغیر کسی شبہ کے کافر کی تکفیر نہیں کررہا یا پھر اسکے کفر پر پردے ڈال رہا ہے یا اسے علم ہے کہ کوئی مشرک اکبر کی طرف سے کوئی تاویل نہیں ہے یا جہل اختیاری ہے پھر بھی تکفیر سے باز رہتا ہے تو وہ تکفیر نہ کرنے والا عاذر بھی کافر مشرک ہے کیونکہ وہ ان سب صورتوں میں عناد کررہا ہے نہ کہ اجتہاد لہذا اب اسکا کوئی عذر نہیں۔ اسکی مزید تفصیل مسئلہ عذر جہل میں آئے گی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شرک اکبر کے مسئلے میں عاذر پر حجت قائم کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کیوں کہ اس کے پاس قرآن موجود ہے اور قرآن شریف پہنچنے سے خود بخود حجت قائم ہوجاتی ہے لہذا عاذر کی تاویل معتبر نہیں اسکی بھی بلا تامل و تاخیر تکفیر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ عاذر مجتہد خود شرک اکبر نہیں کررہا وہ تو رب تعالی ہی کو حاکم بنا رہا ہے اور مشرک اکبر کے عذر جہل کو معتبر مان کر اس کی تکفیر سے اجتناب کرنا یہ ایک اجتہاد ہے اور یہ مقام اجتہاد و تحقیق کی گنجائش رکھتا ہے اور مخالفین کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ مشرکین اکبر کے عذر جہل کا اعتبار کرنے نہ کرنے کے تعلق سے اجتہاد نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ نے فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ترجمہ: "اللہ کسی نفس کو اسکی وسعت سے زیادہ پابند نہیں کرتا" اور فرمایا لیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ (الاحزاب: ۵) ترجمہ "تم پر اس میں کوئی حرج نہیں جس میں تم خطا کرجاؤ" تو عاذر نے پوری کوشش کرنے کے بعد یہ ہی فیصلہ کیا کہ فلاں مرتکب شرک اکبر کا فعل یا قول تو کفریہ ہے لیکن وہ کافر مشرک نہیں کیونکہ وہ شخص حقیقت سے لاعلم ہے اور حق اس تک صحیح طرح نہیں پہنچا وہ کفر کا التزام نہیں کررہا ہے اور عذر ختم کرنے کے لئے صاف صاف تبلیغ ہونا ضروری ہے اس وجہ سے اس عاذر نے اس مشرک اکبر کی تکفیر سے سکوت کیا تو یہ عذر تاویل قبول ہے اور عاذر معذور ہے اور اگر عاذر پر قیام حجت کے لئے صرف اسے قرآن پہنچنا ہی کافی ہوتا تو ہر اجتہادی و علمی خطا پر تکفیر ہونا چاہئے اور کسی کا بھی عذر تاویل مطلقا قبول نہ ہو۔

سلسلہ تکفیر کا مسئلہ:

سلسلہ تکفیر یعنی تکفیر عاذر کا تسلسل مثلا بکر واضح مشرک اکبر ہے اور زید نے اسے جہل یا تاویل کے عذر کی وجہ سے مجبور مانا اور بکر کی تکفیر نہیں کی تو زید عاذر ہوا اب واضح مشرک اکبر کی طرف سے عذر پیش کرنے کی وجہ سے زید بھی کافر ہوگیا پھر خالد آیا اس زید عاذر اول کی طرف سے عذر پیش کیا کہ زید کو غلط فہمی ہوگئی ہے اس وجہ سے بکر کی تکفیر نہیں کررہا تو اب خالد بھی کافر ہوگیا کیونکہ یہ عاذر اول کی تکفیر نہیں کررہا ہے جس نے مشرک اکبر کو عذر دے کر تکفیر نہیں کی تھی اسطرح چوتھا شخص احمد آیا اس نے خالد کی تکفیر نہیں کی اب احمد بھی کافر ہوا اب یہ سلسلہ چلتا چلا جائے اسے تسلسل تکفیر کہتے ہیں حازمیہ اس تسلسل کو حق مانتے ہیں اب اگر پانچواں شخص آئے وہ خود کو تکفیر سے بچانا

چاہیئے تو اسے ان سب عاذر افراد کی تکفیر کرنا لازمی ہے اور حقیقت ہم اس سے پہلے تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ سلسلہ تو بہت دور کی بات ہے بلکہ پہلے عاذر کا ہی عذر تاویل قبول ہے اس کی تفہیم و تذکیر کرنا لازمی ہے ۔

عذر جہل و تاویل کا مسئلہ :

اس بارے میں اتفاق ہے کہ باریک فروعی مسائل میں عذر جہل قبول ہے لیکن شرک اکبر میں عذر جہل قبول ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اس میں مختلف آراء ہیں

پہلی جماعت وہ ہے جو کہتی ہے کہ شرک اکبر میں عذر جہل قبول ہے جب کہ وہ علم حاصل کرکے اپنا جہل دور نہ کرسکتا ہو تو اگر وہ توحید اکبر سے لاعلم ہے یا اسے کوئی شبہ لاحق ہے کہ تو فوراً اسکی تکفیر کرنا جائز نہیں جب تک اسکے شکوک و شبہات کے جوابات دے کر اس پر حجت قائم نہ کردی جائے کیونکہ اضطراری لاعلم پر قلم جاری نہیں ہوتا ۔

دوسری جماعت وہ ہے جو کہتی ہے کہ شرک اکبر میں عذر جہل و تاویل کی گنجائش نہیں اسکے مرتکب کی بلا تفصیل و مطالبہ تاویل کے تکفیر ہوگی کیونکہ اللہ نے نزدیک شرک اکبر کے معاملے میں عہد الست سے ہی قیام حجت ہوچکا ہے انسان اپنی فطرت و عقل سے ہی شرک اکبر کے بطلان کو سمجھتا ہے تو ان تک آیات کا پہنچنا لازم نہیں تو شرک اکبر کا مرتکب کافر ہے اگرچہ وہ اپنے اجتہاد سے اسے جائز ٹھہرائے اس مقام پر اجتہاد سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں ۔

تیسری جماعت وہ ہے جو تفصیل کرتی ہے کہتی ہے کہ جو شرک اکبر کرے اسے لغۃً اور وصفاً مشرک کہا جائے گا اور دنیوی احکام اس پر لگیں گے لیکن اسے معین طور پر کافر مرتد کہہ کر ہمیشہ جہنمی کہنا اور اس پر حد کفر لگانا قیام حجت کے بعد ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ شرک اکبر کے مرتکب سے کسی بھی قسم کا عذر جو وہ پیش کرے یا پیش نہ کرے قبول نہیں ہے نہ عذر جہل قبول ہے نہ عذر تاویل قبول ہے جب کہ وہ مکلف ہو اور اسکی تکفیر فرض ہے اگرچہ اس شرک اکبر کے جواز پر قرآنی آیتوں کا سہارا لیتا ہو اور کلمہ پڑھتا ہو اور خود کو مسلم کہتا ہو یا پھر وہ کہتا ہو کہ ہمارے بزرگوں کا یہ ہی نظریہ ہے ہم ان کی تقلید میں اسے جائز مانتے ہیں اسکے دلائل ملاحظہ کریں :

1) واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا ان تقولوا يوم القيمة انا كنا عن هذا غفلين او تقولوا انما اشرك آباؤنا من قبل وكنا ذرية من بعدهم افتهلكنا بما فعل المبطلون (الاعراف: ۱۷۲.۱۷۳)

ترجمہ : "اور جب تیرے آقا نے بنی آدم کے پیٹھوں سے انکی ذریت کو نکالا اور انہیں ان ہی کے بارے میں گواہ بنایا کیا میں تمہارا آقا نہیں ہوں تو انہوں نے کہا کیوں نہیں اور ہم گواہ ہیں کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم نے اس بات سے غافل تھے یا تم کہو کہ شرک تو پہلے بس ہمارے بزرگوں نے کیا تھا اور ہم انکے بعد کی اولاد ہیں تو کیا تم ہمیں باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرے گا" ۔

اس آیت کریمہ میں اس بات پر صریح دلیل ہے کہ غیر اللہ کو رب کے درجہ دینے میں ہر بشر پر قیام حجت عہد الست سے ہی ہوچکا ہے اللہ نے یہ عہد الست اس لئے لیا تھا کہ انسان پر حجت تمام ہوجائے پھر اسکا عذر غفلت و جہل باقی نہ رہے وہ یہ نہ کہے کہ مجھے تو علم نہیں تھا اس کے لئے آیتیں سنانے کی ضرورت نہیں مکلف ہونے کے بعد جب کوئی غیر اللہ کو ربوبیت کا درجہ دے یعنی اسکے قول یا فعل کو مستقل حجت مانے تو وہ بلا تفصیل و مطالبہ تاویل کے کافر مشرک ہے ۔

2) والذين اتخذوا من دونه اولياء ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى (الزمر: ۰۳)

ترجمہ : "اور جنہوں نے اللہ کے سوا سرپرست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی تابعداری بس اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے بہت قریب کردیں"۔

یہ آیت انکے بارے میں ہے جو اللہ کے سوا کسی کو حقیقی سرپرست بناتے ہیں جب حقیقی سرپرستی صرف اللہ کی ہے حقیقی حاکم صرف اللہ تعالی ہے اور وہ یہ تاویل وشبہ پیش کرتے ہیں کہ ہم اس سرپرستوں کی تقلید و تابعداری اس لئے کرتے ہیں کہ یہ کام کرنے سے ہم اللہ کے مقرب ہوجائیں گے اسکی مناسب اور عین مطابق مثال مجتہدوں وفقہاء کی تقلید ہے وہ واجب و ثواب گمان کرکے یہ تقلید کرتے ہیں انہیں سرپرست ٹھہراتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ اسطرح رب تعالی کے مقرب ہونگے اللہ نے انکی اس تاویل کو قبول نہ کیا اور انہیں جھوٹا اور کافر ٹھہرایا اور یہ آیت کریمہ کسی خاص زمانے کے لوگوں کے لئے نہیں نازل ہوئی بلکہ اس آیت کا مصداق ہر وہ شخص ہے جو غیر اللہ کی تابعداری وعبادت کرے اور اس میں یہ تاویل پیش کرے کہ یہ کام ہم اللہ کی قربت کے حصول کے لئے کررہے ہیں۔

3) يعبدون من دون الله ما لا يضرهم ولا ينفعهم ويقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله قل اتنبئون الله بما لا يعلم في السموت ولا في الارض سبحنه وتعلى عما يشركون (یونس: ۱۸)

ترجمہ : وہ اللہ کے سوا اس کی تابعداری کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں کہہ دے کیا تم اللہ کو اس کی خبر دے رہے ہو جو وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ ہی وہ زمین میں جانتا ہے وہ پاک ہے اور انکے شرک سے بلند ہے۔

اس آیت میں اللہ نے غیر اللہ کی تاویل کی بنیاد پر غیر اللہ کی تابعداری کرنے والوں کی تاویل قبول نہ کی بلکہ انہیں مشرک ٹھہرایا اور یہ آیت بینۃ کسی مخصوص زمانے والوں کے لئے نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو ایسا کرے اور یہ تاویل پیش کرے کہ انکی عبادت کرنا انہیں اللہ کے پاس شفاعت دلوائے گا اور آیت میں یہ فرق نہیں کیا گیا ہے کہ انہیں کلام اللہ پہنچا یا نہیں پہنچا۔

4) لم يكن الذين كفروا من اهل الكتاب والمشركون منفكين حتى تاتيهم البينة رسول من الله يتلوا صحفا مطهرة (البینۃ)

ترجمہ :"کتاب والے جنہوں نے ٹھکرایا ہے اور مشرکین یہ باز آنے والے نہیں تھے حتیٰ کہ انکے پاس دلیل آجائے وہ اللہ کی طرف سے ایک رسول ہے جو پاک کتابیں پڑھتا ہے"

صحیح قرآءت المشرکون ہے کاف کے بعد واؤ مدہ ہے یاء مدہ نہیں۔ اس آیت بینہ میں اللہ نے رسول آنے سے قبل ہی اہل فترت والی امیوں غیر کتابیوں پر مشرک کا اطلاق کیا معلوم ہوا شرک اکبر کے لئے آیت پہنچانا رسول بھیجنا شرط نہیں اسکے بغیر ہی انکی تکفیر ہوگی۔

5) اولا يرون الا يرجع اليهم قولا ولا يملك لهم ضرا ولا نفعا (طہ: ۸۹)

ترجمہ :"کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ وہ ان سے جواب میں بات نہیں کرتا اور نہ ہی وہ انکے لئے نقصان و نفع کا اختیار رکھتا ہے"

یہ عقل استعمال نہ کرنے پر تنقید اللہ نے بنی اسرائیل کو تھی کہ جب انہوں نے جناب موسی کے تورات لینے کے لئے جانے بعد بچھڑا بنالیا اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرادیا باوجود اسکے کہ انکے پاس کتاب اللہ موجود نہیں تھی تورات تو موسی لینے گئے تھے اور اس پر انہوں نے تاویل بھی پیش کی کہ یہ ہی موسی کا معبود ہے موسی اسے پیچھے چھوڑ گئے ہیں فرمایا فقالوا هذا الهكم واله

موسی فنسی (طٰہٰ:۸۸) ترجمہ :"تو انہوں نے کہا یہ تمہارا آقا ہے اور موسی کا آقا ہے تو وہ اسے بھول گیا" اور یہ بچھڑا بنانے پر اللہ نے قوم موسی کو مشرک ٹھہرایا انکی تکفیر کی نہ انکا عذر جہل قبول کیا نہ ہی تاویل تسلیم کی جو وہ پیش کررہے تھے اور انہیں انکی عقل استعمال نہ کرنے پر مذمت کی اور جگہ جگہ ان کے اس شرک کا ذکر قرآن شریف میں کیا فرمایا واذ وعدنا موسی اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظلمون (البقرۃ:۵۱) ترجمہ :"اور ہم نے موسی سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑا بنالیا اور تم ظالم تھے" تو معلوم ہوا کہ شرک اکبر سے بچنے کے لئے اللہ کی آیتوں کو تفہیم کرنا تو دور کی بات ان ایات کو اس مشرک کے پاس پہنچنا بھی ضروری نہیں بلکہ وہ عقل استعمال کرنے کا پابند ہے اگر حکم عقل کو رد کر کے شرک اکبر کرے تو مشرک ہی ہے اسکی تکفیر ہوگی۔

6) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الہ الا الہ واحد (المائدۃ:۷۳)

ترجمہ : وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے کہا یقینا اللہ تین میں سے تیسرا ہے اور آقا تو بس ایک ہی ہے۔

اس کلام میں اللہ تعالی نے ان لوگوں غیر مشروط تکفیر کی ہے جو تثلیث کے قائل ہیں اللہ تعالی نے انکی تکفیر میں ان کے لاعلم نہ ہونے یا تاویل سے شکار نہ ہونے یا آیات قرآن پہنچ جانے کی قید و شرط نہیں لگائی یعنی تثلیث کا عقیدہ رکھنے والوں کی غیر مشروط تکفیر ہے حالانکہ نصاری اس عقیدے کے دفاع میں بڑی تاویلات و شبہات پیش کرتے ہیں اور وہ اپنی بائبل سے بھی دلائل لاتے ہیں بلکہ عیسی مسیح کی ربوبیت کو قرآن شریف سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ پھر بھی کافر ہیں۔

عذر کے قبول ورد ہونے کے اعتبار سے احکام شرعیہ :

اب ہم احکام شرعیہ کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں

1) توحید اکبر یعنی اللہ کو رب ماننا اسکے سوا کسی کو رب نہ ماننا
2) وہ احکام شرعیہ جن کے دلائل قرآن شریف میں کثیر الذکر ہوں یا قلیل الذکر ہوں لیکن مشہور ہوں اور زیادہ واضح ہوں اور دیگر آیات سے تعارض کا وہم نہ ہو مثلا قرآن شریف عربی زبان میں آسان و ظاہر ہے یا صلاۃ و زکاۃ اور قتال فی سبیل اللہ کی مشروعیت و فرضیت یا غیر شہیدوں کے لئے حیات جسمانی کی نفی
3) وہ احکام شرعیہ جن کے دلائل قرآن شریف میں قلیل الذکر اور زیادہ واضح ہیں اور غیر مشہور ہیں اور دوسری آیات سے تعارض کا وہم نہ ہو مثلا ایلاء، وراثت و قصاص کا اکثر مسائل
4) وہ احکام شرعیہ جن میں آیات قرآنیہ واضح ہوں لیکن بعض آیات اس میں تعارض کا وہم بھی ڈالتی ہوں یعنی متشابہ آیات مثلا روز قیامت بشر کو رب تعالی کو دیکھنے کی نفی، کلالہ کا مسئلہ، مجرموں کے لئے روز حساب شفاعت یا عذاب قبر یا برزخ میں شہیدوں کے لئے حیات جسمانی کی نفی یا شرک اکبر کے سوا دیگر معصیت میں بھی روز حساب مغفرت کی نفی یا بعد محمد اجرائے نبوت

قسم اول توحید اکبر کی تشریح :

اللہ رب العلمین کے سوا کسی کو قول و فعل سے تابعداری کے لائق نہ ٹھہرانا توحید اکبر ہے اور شرک اکبر یعنی اللہ کے سوا کسی کو اپنے قول یا فعل سے رب ٹھہرانا۔ رب اس ذات کو کہتے ہیں جس کے تابع ہوا جائے یا جس کے لئے ایسے افعال و اقوال بجالانا جو تابعیت و محکومیت پر دلالت کرتے ہوں اسے تابعداری، بندگی یا غلامی کہتے ہیں اور یہ ذات صرف اللہ تعالی خالق کائنات کی ہے لہذا اگر کوئی کسی نبی اور دیگر صالحین میں سے کسی ہستی یا کسی فقیہ و مجتہد کے قول یا فعل یا دونوں کو خود پر حجت ٹھہرائے یا اپنی اولاد یا اپنے محبوب یا بیوی یا شوہر یا

کسی جن و دیوی و دیوتا کی تابعداری کرے یا کسی آسمانی فرشتے یا بت یا کسی بے جان چیز مثلاً آگ یا سورج یا کسی کی طرف منسوب نشانی مثلاً مجسمہ یا تصویر وغیرہ یا مال و دولت کے تابع ہو جائے اس طرح کہ اسکی خاطر مسلسل حق و باطل کا فرق نہ کرے یا انکے لئے ایسے اقوال و افعال بجالائے جس سے تابعدار ہونے کا اظہار ہوتا ہے وہ غیر اللہ کی بندگی کر رہا ہے لہذا وہ مشرک اکبر ہے اسکا نہ عذر جہل قبول ہے نہ عذر تاویل اسکی بلا تفصیل و مطالبہ تاویل تکفیر ہے۔

شرک اکبر کی مشہور صورتیں یہ ہیں :

1. کسی فقیہ و مجتہد کے کلام یا فعل کو خود پر حجت ٹھہرانا اسکے کلام یا فعل سے حق و باطل کا فیصلہ کرنا اگرچہ وہ فقیہ نبی مرسل ہی کیوں نہ ہو اسے تقلید کہتے ہیں۔
2. کسی مولوی و مفتی کے فتوے و قول کو یا اسکے عمل کو خود پر حجت ٹھہرانا۔
3. کوئی کہے کہ قرآن شریف (نعوذ باللہ) واضح و ظاہر نہیں ہے ناقابل فہم ہے لہذا میں اسے بزرگوں یا کسی نبی کے فہم و رائے سے سمجھتا ہوں انکے خلاف قرآن شریف نہیں مانوں گا اس میں تاویل کروں گا یا کہے کہ اگر مجھے بزرگوں یا کسی نبی کی رائے کلام اللہ کے خلاف معلوم ہو تو میں اس رائے کو ترک نہیں کروں گا اور یہ گمان کروں گا کہ مجھے قرآن شریف سمجھ نہیں آرہا تو ایسا شخص بلا تفصیل و مطالبہ تاویل مشرک منافق ہے کیونکہ اس نے غیر اللہ کے کلام و رائے و عمل کو خود پر حجت ٹھہرایا اسکے تابع ہو گیا جب کہ یہ درجہ ربوبیت ہے اور کہہ رہا ہے کہ اللہ سبحنہ نے انہیں حجت ٹھہرا کر ہمیں انکا تابع بنا کر اپنی ربوبیت میں شریک کیا ہے اور اللہ کے کلام ہدایت کو ناقابل فہم بھی قرار دیا جو کہ کتاب اللہ کی توہین و تذلیل اور کثیر آیات مبینہ سے کفر ہے اور بعض صورتوں میں ایسے شخص کی تاویل یا جہل معتبر مان کر تکفیر نہ کرنے والا بھی مشرک منافق ہے۔
4. کوئی یہ کہے کہ اجماعی رائے بھی حجت شرعی ہے لہذا اگر کوئی حکم مجھے قرآن شریف میں ملے لیکن وہ فقہیوں کی اجماعی رائے کے مخالف ہو تو میں اجماعی رائے کی پیروی کروں گا اور آیت کریمہ میں تاویل کروں گا۔
5. جسے کلام خدا سے آیت کریمہ پیش کی جائے اور وہ اس کے مقابلے میں اپنا یا کسی فقیہ کا قیاس یا اسکی رائے پیش کرے اور کہے کہ میں اس فقیہ کا مقلد ہوں لہذا میں اس فقیہ کی اتباع کروں گا اور آیت میں تاویل وغیرہ کر دے تاکہ کلام اللہ فقیہ کے قول کے مطابق ہو جائے۔
6. جو کلام رب العلمین سمجھے پھر وہ اسے سائنسدانوں کے خلاف سمجھ آئے پھر سائنسدانوں یا پروفیسروں سے متاثر ہو کر انکی رائے کے تابع ہو جائے اور کلام خدا جو اسکے خلاف تھا اس میں تاویل کر دے یعنی اس آیت کا مفہوم تبدیل کر کے اسے سائنسدانوں کی رائے مطابق کر لے۔
7. اللہ رب العلمین کے وجود کا انکار کرنا یا اس کے اپنے لئے خالق ہونے کی مخالفت کرنا یا یہ گمان کرنا کہ خدا تھا اب اس کی موت ہو گئی ہے یہ بھی شرک اکبر ہے کیونکہ رب کے لئے خالق و مالک ہونا ضروری ہے جو ہمارا خالق نہیں تو وہ ہمارا مالک و حاکم بھی نہیں لہذا ہم پر اسکی بندگی لازم نہیں تو اللہ کے وجود یا اپنے لئے اسکی خالقیت کا انکار کرنا اسکی ربوبیت کا انکار ہے اور اپنی رائے کو حجت مان کر خود کو حاکم بنا لیا ہے لہذا ملحدین و دھریوں کے شبہات و تاویلات جو وہ رب تعالی کے وجود کے انکار پر پیش کرتے ہیں وہ صفر و شرعا کالعدم ہیں ان سے انکا عذر جہل و تاویل معتبر نہیں ہوتا انکی بلا تفصیل و مطالبہ تاویل تکفیر فرض ہے۔
8. یہ مانے کہ اللہ تین آقاؤں میں سے ایک ہے ایک جبریل دوسرا عیسی مسیح اور تیسرا اللہ یہ نصاری کا عقیدہ تثلیث ہے۔

9. غیر اللہ سے دعا مانگنا اگرچہ یہ مانتا ہو کہ اللہ نے انہیں دعا قبول کرنے طاقت عطا کی ہے یا غیر اللہ کے لئے ایسے اعمال کرنا جو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اپنے سوا کسی اور کے لئے مشروع نہیں کیا مثلا غیر اللہ کے لئے قیام تحریمی یا اسکی نشانیوں کا ادب و احترام کرنا یا غیر اللہ کے لئے نذر ماننا یا اسکے لئے روزہ رکھنا یا نماز قائم کرنا یا جانور ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لینا۔

10. جو تعویذات، ستاروں، ناموں، پتھروں میں اللہ تعالی کی جانب سے تاثیر مانے کہ انکو فلاں طریقے سے استعمال کرنے سے یا فلاں نام رکھنے سے یا فلاں پتھر پہننے سے یا فلاں فلاں تعویذات وغیرہ سے ضرر یا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ یہ فیصلہ کلام اللہ سے ممکن نہیں ہے یہ فیصلہ بغیر کسی عذر کے بشر کی طرف سے ہے اور رب العلمین کو چھوڑ کر کسی بشر یا ملک کو اپنا حاکم مستقل بنانے والا کافر مشرک اکبر ہے۔

11. کسی شخصیت کے مجسمے و بت یا قبر و مزار کو وہ شخصیت زندہ ہو یا مردہ اسکا کبھی وجود تھا یا کبھی اسکا وجود نہیں تھا اس مجسمے و قبر کی تعظیم کرنا اسکے لئے جھکنا یا اسے سجدہ کرنا یا اس کے لئے عزت سے کھڑے ہونا یا اسکی طرف احتراما پیٹھ نہ کرنا یا کسی بھی طرح اسے احترام کرنا یا کسی غیر اللہ کے نام کا احترام کرنا الغرض کسی کی منسوب چیز کی تعظیم اس لئے کرنا یہ وہ فلاں کی ہے مثلا رام کے بت کی تعظیم کرنا کیوں کہ یہ رام کا بت ہے یہ سب شرک اکبر ہے کیونکہ نشانیوں کا ادب و احترام صرف اللہ رب العلمین کے لئے ہے یہ رب العلمین کی عبادت ہے اس میں کسی اور کو شریک کرنا شرک اکبر ہے۔

12. کسی نیک شخص کی تعظیم و تکریم میں اسکی قبر پر مزار بنانا اس پر گنبد بنانا یا اسے پکا کرنا یا اس قبر پر پھول ڈالنا یا چادر چڑھانا سب شرک اکبر ہے۔

13. جو شخص اپنی تقلید کا حکم دے یا یہ حکم دے کہ اسکے لئے ایسے اعمال کئے جائیں جس سے تابع ہونے کا اظہار ہوتا ہو یعنی اپنے لئے ایسے اعمال کرنے کا حکم دے جو رب العلمین کے لئے خاص ہیں مثلا قیام تحریمی یا اسکی تصویر وغیرہ نشانیوں کا ادب و احترام یا اسکے لئے روزہ رکھنا یا کسی فقیہ و مجتہد کی تقلید کا حکم دے۔

14. جو شخص ایسی حدیث کو خود پر لازمی مانے اسے حجت شرعی ٹھہرائے جو اسے قرآن شریف کی کسی آیت کریمہ یا اصول مقدس کے خلاف معلوم ہو اور اس مقدس آیت میں تاویل کردے اگرچہ وہ کہے کہ میری تحقیق ہے کہ حدیث اللہ کی طرف سے ہے یہ مشرک اکبر ہے کیونکہ آیت کریمہ اس کے پاس پہنچنے کے بعد جب اس پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ روایت خلاف قرآن شریف ہے تو اس کا یہ عذر ختم ہو گیا اسکا یہ اجتہاد غیر معتبر ہو گیا کہ مخالف حدیث رب تعالی کی طرف سے ہے لہذا اس نے کلام بشر روایوں کی باطل و موضوع روایت کو حجت شرعی ٹھہرایا ہے اور یہ شرک اکبر ہے ایک جھوٹ کو اللہ کے دین میں شریک کیا اور اس کے راویوں کو اللہ رب العلمین کی حاکمیت میں شریک کیا۔

15. جو شخص ایسی حدیث کو خود پر حجت ٹھہرائے جو کسی مشہور آیت کے خلاف ہو یا اس حکم کے خلاف ہو جس کی دلیلیں قرآن شریف میں کثرت سے بیان ہوں اور وہ تحقیق سے حدیث کو اللہ کی وحی مانتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا ہو کہ یہ حدیث اللہ کی کتاب کے خلاف ہے تو اسکا نہ جاننا اسکے لئے عذر و مجبوری نہیں وہ آیات اسے علم میں ہونی چاہئے تھیں وہ آیات اسے پہنچ چکی تھیں اور اس سے اس کفریہ حدیث کو حجت ٹھہرا کر کلام بشر کو خود پر حجت ٹھہرایا ہے لہذا بلا تفصیل و مطالبہ تاویل اسکی تکفیر کرنا فرض ہے۔

16. عبادت سے نیابت کے جواز کا عقیدہ یعنی کسی کی طرف سے فرض ادا کرنے کا عقیدہ مثلا کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا تو دوسرا اسکی طرف سے نماز پڑھ دے تو یہ ماننا کہ اس طرح نماز ادا کرنے سے دوسرے کی نماز ادا ہو جاتی ہے یا کسی معذور کی طرف سے حج یا

کسی کی طرف سے روزے کی یا زکات و دیگر صدقات کی ادائیگی ماننا وغیرہ تو اس پر فوری تکفیر اس وجہ سے ہے کہ پورا قرآن شریف فرقان حمید ان آیات سے بھرا ہوا ہے کہ رب تعالی نے ہر انسان پر اسکی عبادت فرض کی ہے اگر وہ اس کی ادائیگی نہیں کرے گا تو وہ فاسق فاجر ہوگا ہر ایک اپنے حکم کا ذمہ دار ہے یہ دین اسلام کا مسلمہ و مشہور اصول ہے یہ شرک اکبر ہے کیونکہ ایسا شخص جو یہ عقیدہ رکھتا ہو وہ دین اسلام کے مشہور و کثیر الذکر اصول کی مخالفت کر رہا ہے اس پر ہر اعتبار سے حجت تمام ہو چکی ہے کیونکہ یہ فیصلہ وہ کلام اللہ سے نہیں کر رہا ہے اس نے کلام بشر کو حجت ٹھہرا دیا اگر چہ وہ یہ کہتا ہو کہ میں نے یہ عقیدہ حدیث سے لیا ہے اور حدیث میرے نزدیک دین میں حجت ہے یہ عذر قبول نہیں کیونکہ وہ ایسی روایت سے فیصلہ کر رہا ہے جس کا خلاف قرآن ہونا اسے معلوم ہونا چاہیئے کیونکہ اسکی مخالفت میں آیاتیں بہت زیادہ اور مشہور ہیں لہذا وہ کلام بشر سے فیصلہ کر رہا ہے۔

17. اپنی رائے کی بنیاد پر صلاۃ و زکاۃ کی مشروعیت یا اللہ کی راہ میں قتال و صیام کی فرضیت یا ربا کی حرمت یا قرآن شریف کا آسان و ظاہر ہونا تو اس جیسے امور کا انکار کرنے والا کافر ہے اسکا جہل و تاویل عذر نہیں یہ شرک اکبر ہے فوری تکفیر ہے کیونکہ یہ اپنی رائے، اپنی خواہش کو حجت و لازم بنالیا جب کہ تابعداری صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ہے لیکن اگر کوئی صلاۃ و زکاۃ یا صیام کو فرض ہی مانے لیکن اسکا ایسا مفہوم لے جو مشہور نہیں ہے تو اسکی فوری تکفیر نہیں بلکہ اس پر قیام حجت کرنا لازمی ہے۔

18. کسی کے لیئے بھی چاہے وہ نیک ہو یا بد ہو نبی ہو یا متقی امتی ہو اس کے مرنے کے بعد یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اہل دنیا کو سنتا ہے دیکھتا ہے یا اس میں طاقت ہے کہ وہ جہاں چاہے آ جا سکتا ہے یہ طاقت اللہ نے اسے دی ہے کیونکہ قرآن شریف کی کسی آیت بینہ سے ان عقیدوں کی موافقت میں کوئی شبہہ پیدا نہیں ہوتا کہ عذر اجتہاد و تاویل قبول کی جائے بلکہ قرآن شریف کی بے شمار آیات یہ بتاتی ہیں کہ موت کے بعد زندگی قیامت میں ہے اللہ انسانوں کو قیامت کے دن زندہ کرے گا یہ آیات خاص و عام میں مشہور ترین ہیں لہذا قیامت سے پہلے قبروں وغیرہ میں جسمانی زندگی ماننا ان آیات کا انکار ہے سوائے بصورت معجزہ نبی جسکا استثناء قرآن شریف میں ہے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالی قیامت میں زندہ تب ہی کرے گا جب وہ پہلے مردہ ہوں جب وہ پہلے ہی قبروں میں جسمانی طور پر زندہ ہیں تو قیامت میں زندہ کرنے کا کوئی مطلب نہیں یہ برزخ کی جسمانی زندگی بعث بعد الموت کا انکار ہے تو وہ ان آیات کے خلاف حدیثوں کو حجت ٹھہرا رہا ہے تو اس واضح مخالفت کی وجہ سے ان حدیثوں کے کلام بشر ہونے کا شبہہ اس شخص سے ختم ہونا چاہیئے اور اب ان حدیثوں کو حجت ٹھہرا کر کلام بشر کو بلا شبہہ حجت بنا رہا ہے۔

19. کسی روایت کے بنیاد پر غیر شہیدوں کے لیئے موت کے بعد برزخ میں جسمانی زندگی ماننا مثلاً قبروں میں وہ سنتے دیکھتے ہیں حرکت کرتے ہیں باغوں میں ہیں کھا پی رہے ہیں باتیں کرتے ہیں یا قوم نوح یا آل فرعون کے سوا کسی اور گناہ گار کے لیئے عذاب جسمانی کا عقیدہ رکھنا اس پر فوری تکفیر ہے کیونکہ اس نے خود پر ایسی روایت کو حجت قرار دیا جو صریح طور پر کلام رب تعالی کے خلاف ہے اور دین کے مسلمہ اصول روز قیامت بعث بعد الموت اور برزخ میں جسمانی موت کا انکار کرتی ہے۔

20. جو بشر کے لیئے معاد جسمانی (روز قیامت جسمانی زندگی) کا انکار کرے کہ آخروی زندگی نفسانی روحانی ہے نہ کہ جسمانی اور اس پر اپنی رائے پیش کرے۔

21. جو شخص یہ مانتا ہو کہ قرآن شریف ناقابل فہم و مجمل ہے اور محتاج تفصیل ہے اور حدیثیں اسکی تفصیل و تکمیل کرتی ہیں ایسے شخص کی فوری تکفیر کرنا فرض ہے ان کے حساب سے اگر حدیث نہ ہوتی تو قرآن شریف گونگا بت ہوتا ہدایت نہ ہوتا قرآن شریف کی آیات بینات کے ہدایت بننے کے لیئے حدیثیوں کی ضرورت ہے لہذا حدیث قرآن کریم کی آیتوں کی تفصیل کرتی ہیں اور ایسی

تشریح کرتی ہیں جو قرآن پر اضافی ہوتی ہیں ایسے شخص کی تکفیر ایک نہیں کئی وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ وہ قرآن شریف کے واضح و ظاہر ہونے کی مخالفت کررہا ہے جوکہ 112 سے زائد آیات سے ثابت ہے اور دوسرا یہ کہ وہ قرآن شریف کے ہدایت ہونے کا بھی منکر ہے کیونکہ جو کلام خود سمجھا نہ جاسکتا ہو وہ ہدایت نہیں ہوسکتا اور تیسرا یہ کہ اس طرح وہ ایسی حدیث سے فیصلہ کررہا ہے جو قرآن شریف کی ان آیات کے خلاف ہے جنہیں وہ محتاج تفصیل گمان کررہا ہے جب کہ وہ مفصل وواضح ہے اور کلام مفصل و ظاہر کی تفسیر و تفصیل کرنا ممکن نہیں ہوتا اگر مفصل کلام کی تفصیل و تشریح کی جائے تو وہ باطل وتبدیل ہوجاتا ہے قرآن کی تشریح حدیث سے کرنے والایوں بھی کافر ہے کہ وہ آیات بینات جو پہلے ہی واضح ہیں انکی نام نہاد تشریح کرکے انہیں تبدیل و باطل کرنا ہے اور یہ سب شرک اکبر ہے ایسے شخص کی فوری تکفیر کرنا فرض ہے اسکی عذر جہل و تاویل اصلا قبول نہیں ۔

22. جو شخص یہ مانے کہ قرآن شریف کی آیتوں کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی معنی ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔

مخالف علماء کے شبہات اور انکے جوابات

اکثر علماء کا کہنا یہ ہے کہ شرک اکبر کے مرتکب کے لئے عہدالست سے اتمام حجت نہیں ہوتا بلکہ انہیں آیات پہنچنا ضروری ہے تو جن علاقوں میں قرآن شریف پہنچ چکا ہے اور بعض صورتوں میں بعض آیات کی تبلیغ ضروری ہے تو ان کی تکفیر ہے ورنہ تکفیر سے اجتناب کریں گے انہیں تبلیغ کریں گے انکی تاویلات اور انکے جوابات ملاحظہ کریں :

پہلا شبہہ : اللہ نے فرمایا ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا و اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنها تدميرا (بنی اسرائیل : ۱۵ : ۱۶) ترجمہ : "ہم عذاب دینے والے نہیں حتیٰ کہ ہم کوئی رسول بھیج دیں اور جب ہم کوئی بستی ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسکے عیش پرستوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں پھر بات ان پر ثابت ہوجاتی ہے تو ہم انہیں تباہ و برباد کردیتے ہیں" اور فرمایا و لو انا اهلكنهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آياتك من قبل ان نذل و نخزى (طه : ۱۳۴) ترجمہ : "اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے ہی عذاب سے ہلاک کردیتے تو وہ ضرور کہتے ہمارے آقا تو نے ہماری طرف کوئی قاصد کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی اپنے ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے اتباع کرتے" اور فرمایا و لولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آياتك و نكون من المؤمنين (القصص : ۴۷) ترجمہ : "اور اگر ایسا ہوتا کہ انہیں مصیبت پہنچتی اسکی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بڑھایا ہے تو وہ کہتے ہمارے آقا تو نے ہماری طرف کوئی قاصد کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ہم مؤمن ہوتے" وہ کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں ہے کہ اتمام حجت و عذر ختم کرنے کے لئے رسول کا پیغام پہنچنا ضروری ہے اس سے قبل وہ لوگ قصوروار نہیں ۔

جواب : ان آیات کریمہ میں رسولوں کا بھیجنا دنیاوی اجتماعی عذاب کے لئے ضروری ٹھہرایا جارہا ہے نہ کہ مشرک اکبر کی تکفیر کے لئے رسولوں کا آنا یا قرآنی آیات کا لوگوں تک پہنچنا ضروری ہے جیسا کہ ان آیات میں صاف طور پر دنیاوی عذاب کی بات ہورہی ہے کہ وہ نہیں آتا جب تک اللہ کوئی رسول نہ بھیج دے ۔

دوسرا جواب : قرآنی ایات کا پہنچنا بھی اتمام حجت کے لئے شرط ہے لیکن وہ شرک اکبر میں نہیں بلکہ دیگر معاملات و احکام میں ہے یہ آیات مطلق قیام حجت کے بارے میں ہے کہ آیت پہنچنے کے بعد ہر اعتبار سے اور ہر مسئلے میں قیام حجت ہوجاتا ہے ہم یہ مانتے ہیں لہذا ان آیات سے ہمارا معارضہ نہیں ہوسکتا ۔

دوسرا شبہہ : اللہ نے فرمایا ما کان اللہ لیضل قوما بعد اذھداھم حتی یبین لھم ما یتقون (التوبۃ:۱۱۵) ترجمہ : "اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ ٹھہرائے جب کہ وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو حتیٰ کہ وہ انکے لئے وہ بیان کردے جس سے انہیں بچنا ہے" اس پر مخالف علماء کا کہنا ہے کہ کوئی بھی گناہ ہو انسان اس سے تب ہی مجرم ہوگا جب اللہ اس کے جرم ہونے کو واضح کر چکا ہو اور یوں ہی اللہ نے فرمایا رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل (النساء:۱۶۸) ترجمہ : "رسول خوشخبر دینے والے اور ڈرانے والے یہ اس لئے تاکہ انسانوں کو اللہ کے خلاف رسولوں کے بعد کوئی عذر نہ رہے" اس آیت میں بھی اللہ نے اتمام حجت کے لئے رسولوں کو بھیجنا شرط کیا، صرف عہد الست شرک اکبر کے ابطال عذر کے لئے کافی نہیں۔

جواب : رب تعالی نے صاف صاف عہد الست کی آیت میں یہ فرمادیا کہ یہ عہد اس لئے تھا کہ قیامت کے دن مشرکین عذر غفلت و جہل پیش نہ کریں ہم ان سے عہد الست لے چکے ہیں ان کی فطرت و عقل میں یہ بات واضح طور پر رکھ دی گئی ہے کہ ان کا آقا صرف اللہ ہے لہذا اس آیت سے انحراف جائز نہیں اب رہی بات ان آیات کی جو مخالف علماء پیش کر رہے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں دراصل من کل وجہ اور مطلق قیام حجت کے بارے میں ہے کیونکہ عہد الست ہر جرم کے لئے قیام حجت نہیں ہے یعنی رسولوں کے بعد ہر طرح سے حجت تمام ہوجاتی ہے عذر ختم ہوجاتا ہے اس سے قبل ایسا نہیں تھا تو اگر کوئی زنا یا چوری یا رہزنی کو بعض صورتوں میں اپنی عقل سے حلال گمان کرے یا ایسا کچھ بھی کرے جو شرک اکبر نہیں ہے تو وہ مجرم نہیں ہے جب کہ آیات اسے نہ پہنچی ہوں جیسے اہل فترت کے لوگ یا دور دراز علاقوں کے لوگ جہاں قرآن شریف نہیں پہنچا نہ انہیں کلام رب کے بارے میں کچھ پتا ہے جسکا تفصیلی بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا تو ان کے لئے معافی ہے ان پر اتمام حجت یوں ہوگا کہ اللہ تعالی ان پر اپنا کلام کسی قاصد کے ذریعے سے پہنچادے انکی قدرت میں وہ کلام لے آئے کہ وہ اس سے نصیحت لینے پر قادر ہوسکیں اور انہیں اتنی مہلت ملے کہ وہ اس کلام سے ہدایت لے لیں پھر بھی وہ فاسق رہیں تو اب انکی بھی تکفیر ہے۔

تیسرا شبہہ : فریق مخالف اپنے موقف کے دفاع میں چند حدیثیں پیش کرتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہی ہے کہ حدیث کلام بشر ہے لہذا ہم اسے شریعت میں کسی جہت سے حجت نہیں سمجھتے حدیث ایک خبر و تاریخ ہے کہ محمد علیہ السلام نے فلاں فلاں بات کہی یا فلاں عمل کیا یہ کوئی کلام اللہ نہیں قول بشر فعل بشر ہے ہاں ہم محمد علیہ السلام کو اپنا رب مانتے تو ضرور ان کے کلام و رائے کو خود پر حجت سمجھتے جو کہ شرک اکبر ہے نبی نے صرف اللہ کی کتاب کی اتباع کی اور اپنے اصحاب و دیگر امت کو بھی یہ ہی تبلیغ و تعلیم کی جس کی وضاحت آیات کریمہ اور خود حدیثوں میں ہی ملتی ہے اور رہی بات ان حدیثوں کی جو مخالفین پیش کر رہے ہیں وہ خبر واحد ہیں نہ انکے راویوں کی توثیق یقینی نہ رسول اللہ تک اسکی نسبت قطعی ہے اگر وہ روایات قطعی الثبوت بھی ہوتیں تب بھی کتاب اللہ اور منہج رسول و سلف صالحین کے مطابق کسی پر لازم نہیں اور یہ بھی کہ انکی روایتیں کتاب اللہ کے خلاف بھی ہیں اور ہر وہ کلام جو کتاب اللہ کے تابع نہ ہو کفر ہے۔

چوتھا شبہہ : مخالف علماء کہتے ہیں کہ اگر شرک اکبر میں عہد الست ہی سے قیام حجت ہے تو پھر ہر نبی نے آکر یہ دعوت کیوں دی کہ اللہ کے سوا کسی کی تابعداری نہ کرو کیونکہ اسکی تو ضرورت نہیں رہتی!

جواب : نبی آتے ہیں اور اللہ کے سوا دوسروں کی تابعداری سے روکتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شرک اکبر میں قیام حجت نبی سے ہوتا ہے بلکہ نبی شرک اکبر سے روکتا ہے کیوں کہ انکی قوم پہلے سے ہی مشرک اکبر ہوتی ہے تو ظاہر سی بات ہے جب قوم پہلے ہی شرک اکبر کی مرتکب ہے تو انہیں روکا تو جائے گا اور یوں ہی قوم کے وہ افراد جو اپنی کوتاہی و سستی کی وجہ سے شرک اکبر کی قباحت اور توحید اکبر کی حقیقت کو نہیں سمجھ پائے وہ نبی کے ذریعے متنبہ ہوجاتے ہیں اور بات سمجھ کر حق تسلیم کرلیتے ہیں اور توحید اکبر ہر نیکی سے زیادہ اہمیت

رکھتی ہے لہذا اس کی تبلیغ نبیوں کی دعوت میں مقدم رہتی ہے تو یہ بات غیر معقول ہے کہ جب شرک اکبر میں عہد الست سے قیام حجت ہوگیا ہے تو نبی اسکی دعوت کیوں دیتا ہے۔

شرک اکبر کے علاوہ امور میں قیام حجت :

شرک اکبر کے علاوہ قیام حجت کے لئے آیات کا لوگوں تک پہنچنا اور اتنا وقت گزرنا ضروری ہے کہ وہ ان آیات سے ہدایت لے لیں ان سے طویل بحث و مباحثہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں دلائل ملاحظہ کریں :

ولئن اتبعت أهواءهم بعد الذي جاءك من العلم ما لك من الله من ولي ولا نصير (البقرة : ۱۲۰) ترجمہ : "اور اگر تو انکی خواہشات کی پیروی کرے جب کہ تیرے پاس علم آچکا ہے تو تیرا اللہ کے خلاف نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار" فرمایا من جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف وأمره إلى الله ومن عاد فأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون (البقرة : ۲۷۵) ترجمہ "جس کے پاس اس کے آقا کی طرف سے نصیحت آئی پھر وہ باز آگیا تو جو گزر گیا وہ اسکا ہے اور اسکا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جو پھر کرے تو وہ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" معلوم ہوا نصیحت پہنچنے پر حکم صادر ہوجائے گا کوئی عذر جہل و تاویل قبول نہیں کی۔

اور فرمایا قل یا أيها الناس قد جاءكم الحق من ربكم فمن اهتدى فإنما يهتدي لنفسه ومن ضل فإنما يضل عليها وما أنا عليكم بوكيل (یونس : ۱۰۸) ترجمہ : "اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے آقا کی طرف سے حق آچکا ہے لہذا جو ہدایت لے گا تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہدایت لے گا اور جو گمراہ ہوگا تو وہ اپنے نقصان میں ہی گمراہ ہوگا اور میں تم پر نگراں نہیں" معلوم ہوا گمراہی کا نقصان یہ حق پہنچنے کے بعد ہوگا تو حق پہنچنا ہی قیام حجت ہے۔

اور فرمایا ومن أظلم ممن افترى على الله كذبا أو كذب بالحق لما جاءه أليس في جهنم مثوى للكافرين (العنكبوت : ۶۸) ترجمہ "اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان لگائے یا حق اسکے پاس آنے پر اسکی مخالفت کرے کیا جہنم میں کفار کا کوئی ٹھکانہ نہیں" معلوم ہوا کافر تب ہوگا جب حق اسکے پاس آجائے اس سے قبل تکفیر نہیں۔

ما كنا معذبين حتى نبعث رسولا و اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنها تدميرا (بنی اسرائیل : ۱۵ : ۱۶) ترجمہ : "ہم عذاب دینے والے نہیں حتیٰ کہ ہم کوئی رسول بھیج دیں اور جب ہم کوئی بستی ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسکے عیش پرستوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں پھر بات ان پر ثابت ہوجاتی ہے تو ہم انہیں تباہ و برباد کر دیتے ہیں" اور فرمایا ولو انا اهلكنهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آياتك من قبل ان نذل ونخزى (طه : ۱۳۴) ترجمہ : "اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے ہی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے ہمارے آقا تو نے ہماری طرف کوئی قاصد کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی اپنے ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے اتباع کرتے" اور فرمایا ولولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آياتك ونكون من المؤمنين (القصص : ۴۷) ترجمہ : "اور اگر ایسا ہوتا کہ انہیں مصیبت پہنچتی اسکی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بڑھایا ہے تو وہ کہتے ہمارے آقا تو نے ہماری طرف کوئی قاصد کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ہم مؤمن ہوتے"

تو اس طرح کی بہت ساری آیات بینات قرآن شریف میں موجود ہیں جن کے مطابق مطلق قیام حجت نصیحت و آیات پہنچنے پر ہی ہوجاتا ہے تو آیات پہنچنے کے بعد نہ کسی کا جہل عذر ہے نہ ہی کوئی تاویل اسکی تکفیر فرض ہے۔

دوسری قسم میں عذر کا بیان :

دوسری قسم یعنی وہ احکام شرعیہ جن کے دلائل قرآن شریف میں کثیر الذکر ہوں یا پھر قلیل الذکر ہوں لیکن مذہبی حلقوں میں مشہور ہوں اور زیادہ واضح ہوں اور دیگر آیات سے تعارض کا وہم نہ ہو ایسے مسائل میں اختلاف کرنے اور انکی مخالفت کرنے والے کی فوری تکفیر ہے اگرچہ وہ کہے مجھے پتا نہیں تھا اس میں جہل یا تاویل کا عذر نہیں کیونکہ اسکا اعراض و انکار اسکی ناشکری اختیاری ہے اور وہ اپنی جہالت پر راضی ہے ورنہ وہ ضرور ان آیات کی معرفت حاصل کرلیتا کیونکہ وہ آیات قرآن شریف میں کثرت سے ذکر ہیں یا مذہبی حلقوں میں مشہور ہیں الا یہ کہ وہ شخص جو توبہ کرکے نیا نیا کلام رب کا پیروکار ہوا ہو یا جو ابھی ہی عقل تمیز کو پہنچا ہے اور مکلف ہوا ہے اسے مہلت دی جائے گی تو اس دوسری قسم کی چند مثالیں یہ ہیں :

1. جو حدیث کو اپنے اجتہاد سے شرعی حجت مانتا ہوں اور ایسی آیات کریمہ جو قرآن شریف میں کثیر الذکر ہوں یا مشہور ہوں ان کے خلاف کسی حدیث سے فیصلہ کرے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ وہ مشرک اکبر ہے اسکی فوری تکفیر ہے ایسی حدیث کے وحی نہ ہونے پر اسکی کوئی تاویل و اجتہاد عذر نہیں اور اگر وہ غیر مشہور آیات یا قرآن شریف میں قلیل الذکر آیات کے مخالف حدیث کو شرعی حجت گمان کرکے اس سے فیصلہ کرے تو اسکی تکفیر نہیں ہوسکتی حتیٰ کہ اس پر قیام حجت کردیا جائے اور اسکی تفصیل شرک اکبر کے باب میں اچھی طرح ہوچکی ہے ۔
2. صلاۃ، زکاۃ یا قتال فی سبیل اللہ کو ترک کرنے والا جب وہ فرض ہوچکے ہوں یا قتل ناحق کرنا یا ربا کھانا یا جوا کھیلنا یا کسی مؤمن کا مال ناحق کھانا یا کسی مؤمن کی غیبت کرنا اس سے بھائی چارہ ختم کرنا یا اللہ کی آیتوں کے بدلے اجرت و قیمت لینا مثلاً نماز یا تعلیم قرآن اور قراءت قرآن شریف پر دام لینا یہ سب وہ گناہ ہیں جنکا گناہ ہونا ان آیات سے ثابت ہے جو قرآن عظیم میں کثرت سے موجود ہیں اور انکی آیات مشہور بھی ہیں یہ سب کام بلا عذر شرعی کرنے پر فوری تکفیر ہے اگرچہ وہ بندہ یہ کہے کہ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ سب حرام ہے و تکفیر کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کی مخالفت و ناشکری کررہا ہے انہیں اپنے عمل سے ٹھکرا رہا ہے ۔
3. کوئی شخص صلاۃ یا زکاۃ یا صیام کو تو فرض مانے لیکن اپنے اجتہاد سے ان کے غیر مشہور معنی اختیار کرے مثلاً صلاۃ کے معنی درس قرآن یا تلاوت قرآن یا نظام اسلام تو ایسے شخص کی فوری تکفیر نہیں جب تک مباحثہ و مکالمہ سے قرآن اور لغت قرآن کے ذریعے ان پر حجت تمام نہ کردی جائے ۔
4. کوئی قرآن شریف کے کسی کلمہ سے ایسی معنی لے جو اس سے عرب نہیں سمجھتے اور وہ معنی صریح طور پر سیاق و سباق کے خلاف ہو تو یہ صریح کفر ہے کیونکہ وہ اللہ کے کلام میں اپنی رائے کی بنیاد پر تحریف کررہا ہے یہ شرک اکبر ہے اور جب کہ قرآن شریف لسان عرب میں نازل ہوا ہے اسے لغت عرب سے سمجھنا اور وہی معنی لینا جو اس کلام کے سیاق و سباق کے مطابق ہو فرض ہے اور اگر وہ کسی قرآنی کلمے میں ایسا معنی لے جو لسان عرب میں نہیں ملتے لیکن وہ سیاق و سباق کے مطابق ہو اور وہ کہتا ہو کہ یہ معنی عربی معنی ہیں تو اسکی تکفیر نہیں ۔

تیسری قسم میں عذر کا بیان :

وہ احکام شرعیہ جن کے دلائل قرآن شریف میں کم ذکر ہیں اور زیادہ واضح ہیں اور غیر مشہور ہیں اور دوسری آیات سے تعارض کا وہم نہ ہو تو اگر کوئی ایسی آیتوں کے خلاف عقیدہ رکھے یا انکے خلاف عمل کرے الغرض ان اپنی لاعلمی میں آیتوں کی مخالفت کرے تو اسکی لاعلمی عذر ہے حتیٰ کہ اسے آیات پیش کردی جائیں مثلاً قصاص، وراثت، طلاق و خلع کے ذیلی مسائل وغیرہ ۔

چوتھی قسم میں عذر کا بیان :

وہ امور جن میں آیات قرآنیہ واضح ہوں لیکن بعض آیات اس میں تعارض کا وہم بھی ڈالتی ہوں یعنی متشابہ آیات اس امور میں فوری تکفیر جائز نہیں حتیٰ کہ اتمام حجت کر دیا جائے اسکی چند مثالیں یہ ہیں :

1. روز قیامت بعض گناہگاروں کی شفاعت یا کلالہ کا مسئلہ یا خمر کی حرمت کا مسئلہ یا روز قیامت نیکوں کے لئے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مسئلہ یا شہیدوں کے لئے حیات جسمانی کا مسئلہ اس حوالے سے آیات متشابہ ہیں یعنی بے شک آیات بینات سے یہ بات صریحا ثابت ہے کہ قیامت کے دن کسی گناہگار کی شفاعت نہیں ہوگی نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے نہ ہی شہیدوں کے لئے جسمانی حیات ہے لیکن بعض آیات ایسی ہیں جو ان کے خلاف ان لوگوں کو وہم پیدا کرتی ہیں جو علم میں پختہ نہیں ہیں لہذا فوری تکفیر نہیں بلکہ اس حالت میں قیام حجت کے لئے بہترین طریقے سے مکالمہ اور مجادلہ لازمی ہے ۔
2. کلام اللہ کے حادث (مخلوق) یا قدیم (غیر مخلوق) کے بارے میں آیات متشابہ ہیں حالانکہ اس بارے میں دلائل واضح اور وافر ہیں کہ کلام اللہ اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق ہے ۔

عذر تقلید کا بیان :

عذر تقلید کسی حالت میں قابل قبول نہیں یعنی کوئی خلاف دین عمل کرے اور یہ کہے کہ میرے فلاں امام یا فلاں بزرگ کے نزدیک یہ جائز ہے اور میں انکا تابعدار ہوں اور انکا قول مجھ پر حجت ہے یا وہ کہے کہ میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہے یا کہے میں نے لوگوں سے سنا ہے اس لئے مانتا ہوں ایسا شخص مجرم ہی ٹھہرے گا تقلید کا عذر معتبر نہیں بلکہ تقلید کرنے کی وجہ سے وہ مشرک اکبر ہے جس میں اس کی فوری تکفیر کرنا فرض ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی نماز کے لئے پانچ اوقات مانتا ہے یہ اس لئے کہ اسکا امام یا اسکے بزرگ پانچ نمازوں کا قائل تھے تو اس بدعت اور دین میں جھوٹ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے کافر مشرک ہے اور اسکا یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ وہ یہ اس لئے کر رہا ہے کہ وہ اپنے امام کا تابعدار ہے امام جانتا ہے وہ نہیں جانتا بلکہ وہ تقلید کرنے کی وجہ سے بھی کافر مشرک اکبر ٹھہرے گا کیونکہ غیر اللہ کی تقلید اسکی عبادت ہے اور رب حقیقی کے ساتھ شرک اکبر ہے ۔

جو عربی جانتا ہے وہ اللہ کے کلام کو سمجھ کر اسکی پیروی کرے گا اس سے فیصلہ کرے گا کیونکہ قرآن شریف عربی کتاب ہے اور ہر کتاب کو اسکی زبان سے ہی سمجھا جا سکتا ہے اور جو عربی نہیں جانتا اس پر فرض ہے کہ اپنی طرف سے عربی سیکھنے کی پوری کوشش کرے تاکہ اللہ کے کتاب کے سوا کہیں اور سے فیصلہ کر کے کافر منافق و فاسق مشرک نہ بنے اور قرآنی عربی درمیانی عربی ہے نہ زیادہ آسان نہ زیادہ مشکل ہم خود عربی کے عالم اور معلم ہیں ہمیں اسکا سالوں کا تجربہ ہے کہ ایک عام شخص کو بقدر ضرورت عربی سیکھنے میں ڈھائی سے تین ماہ کی معتدل محنت ضروری ہوتی ہے جس میں وہ اپنی ضروری کسب یا ملازمت کا وقت بھی آرام سے نکالتا ہے اور ان دو یا تین ماہ میں وہ قرآن شریف کے علماء کا ترجمہ دیکھے گا اس میں سے جو ترجمہ عقل کے مطابق ہوگا اسی کے مطابق چلے گا کیونکہ اسلام میں کتاب اللہ کے نہ ہونے یا اسکو سمجھنے پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں عقل کی مطابقت ضروری ہے کیونکہ اللہ نے دین اسلام کو عقل کے مطابق بنایا ہے فرمایا

۱) أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (طه:۸۹)

ترجمہ : تو کیا انھوں نے نہیں جانا کہ وہ (بچھڑے نما جسم) انکی بات کا جواب نہیں دیتا اور انکے لئے نقصان و نفع کا مالک نہیں ہے ۔

پورا مضمون پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہاں قوم موسیٰ کی بات ہو رہی ہے جنھوں نے ایک بچھڑا بنا کر اسکو اپنا آقا و الہ بنا لیا جب حضرت موسیٰ کتاب اللہ لانے کے لئے گئے ہوئے تھے ۔ سامری نے انھیں کہا تھا کہ موسیٰ تو چلے گئے لیکن اپنا خدا یہیں بھول گئے تو انکو اللہ کی صفات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انھوں نے مصنوعی بچھڑے کو ہی الہ مان لیا تو اللہ نے انھیں عقل استعمال نہ کرنے کی وجہ سے

تنقید کا نشانہ بنایا اور فرمایا "تو کیا وہ نہیں سمجھتے کہ وہ انکی بات کا جواب نہیں دیتا اور انکے لئے نقصان و نفع کا مالک نہیں ہے" تو اگر وہ کتاب اللہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے شرک کرنے پر مجبور ہوتے تو اللہ کبھی عقل استعمال نہ کرنے پر تنقید نہ کرتا۔

۲) فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ (الانعام:۷۹،۷۸،۷۷،۷۶)

ترجمہ: تو جب رات اس ابراہیم پر چھا گئی تو اس نے ایک تارہ دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ میرا رب ہے تو جب وہ غروب ہو گیا تو اس نے کہا کہ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا تو جب اس نے چمکتا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا آقا ہے تو جب وہ غروب ہو گیا تو اس نے کہا اگر میرا آقا مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں ضرور گمراہ ہوتا تو جب اس نے چمکتا سورج دیکھا کہا یہ میرا آقا ہے یہ بہت بڑا ہے تو جب وہ غروب گیا تو کہا اے قوم بے شک جیسے تم شریک کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں یقینا میں نے حق کی طرف آتے ہوئے اپنی ذات کو اسکے تابع کر دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر مثال کے بنایا اور میں مشرک نہیں ہوں۔

توجہ کریں حضرت ابراہیم نے حصول نبوت اور شریعت پر قدرت سے پہلے عقل سے دلیل پکڑی اور معبود حق کی تلاش کی کہ وہ ہے کون، یہ تارے سورج و چاند آقا نہیں ہو سکتے اور اللہ نے اسے پسند کیا اور اپنی کتاب قرآن میں انکے عقلی استدلالات کو بیان کیا۔

۳) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ (الشمس)

ترجمہ: اور نفس اور اسے درست کرنے کی قسم کہ اس (اللہ) نے اسکی نافرمانی اور اسکی فرمانبرداری اسے الہام کر دی ہے جو اسے ستھرا رکھے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اسے ہلاک کرے گا وہ خاسر ہوگا۔

معلوم ہوا اللہ نے نفس کی نافرمانی اور فرمان برداری کے امور اسے الہام کر دیئے ہیں انکے مطابق ہی وہ اپنے نفس کو اللہ سے بچا سکتا ہے اور اس سے اجر پا سکتا ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں آ سکتی ہے جب عقل بغیر قرآن کے حق باطل کا فیصلہ کر سکتی ہے تو قرآن کیوں نازل ہوا! تو اسکا جواب یہ ہے کہ عقل ساری شریعت محمدیہ کا فیصلہ نہیں کر سکتی کیونکہ اللہ کیا ہے وہ تو خود اللہ ہی جانتا ہے وہ کیا کیا حلال و حرام کرنا چاہتا ہے وہ جانتا ہے اور کوئی نہیں لیکن عقل سلیم اندازا نوے فیصد صحیح و غلط باتوں کا فیصلہ کر دیتی ہے لیکن سو فیصد نہیں اور نہ ہی غیوب جانتی ہے کیونکہ وہ ناقص ہے اور عاقل عالم الغیب نہیں ہے غلطی سے پاک نہیں ہے وہ بھولتا ہے لھذا ایسی ذات کی تقلید ضروری ہے جو عالم الغیب ہو غلطیوں سے پاک ہوتی ہو اس میں کوئی خامی نہ ہو وہ اللہ ہی ہے اسوجہ سے عقل کافی نہیں ہے لیکن قرآن ہی کے مطابق جب قرآن سے استفادے پر قدرت نہ ہو تو عقل ہی قاضی ہوگی اسکی ہی پیروی ہوگی اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ دین اسلام انسانوں کی طبیعت اور فطرت کے مطابق ہے اسکی گواہی خود قرآن دیتا ہے؛

۴) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿ڒ﴾ (الروم:۳۰)

ترجمہ: تو رجوع کرتے ہوئے اپنی ذات کو دین اسلام کے تابع کر دے جو اللہ کا طریقے ہے۔ جس کے موافق اللہ نے انسانوں کو بغیر مثال کے تخلیق کیا اللہ کی بناوٹ کی بدلنے والا کوئی نہیں یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر انسان یقین نہیں کرتے۔

معلوم ہوا کہ اللہ نے دین اسلام جو کہ اللہ کا طریقہ ہے انسان کو اس نے اسکے مطابق تخلیق کیا ہے تو معلوم ہوا دین حق ہمیشہ انسان کی عقل و فطرت کے موافق ہوگا تو جو بات خلاف عقل ہو وہ دین نہیں ہوتی نہ اسکا وقوع و ثبوت ہوتا ہے۔

5) اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (القيامة:٣٦)

ترجمہ: کیا انسان یہ گمان کرتا ہے یہ اسے پابندی سے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب انسان اللہ کی کتاب پر قادر نہ ہو وہ بھی اللہ کی پابندی سے بری نہیں ہوگا اور ظاہر ہے اسکے لئے صحیح غلط کی پہچان کے لئے عقل کے سوا اور کوئی معیار نہیں تو اس کے ذریعے اللہ کی فرمانبرداری کرے گا اور رہی علماء کے اقوال تو انکی تقلید کرنا شرک ہے انکی عبادت ہے اور شرک کسی حالت میں حلال نہیں اور ویسے بھی قول عالم صحیح اور غلط اور غلبہ نفس تینوں کے امکانات رکھتا ہے اس سے یقینا و قطعا دین کا حکم ثابت نہیں ہوتا وہ اللہ کے کلام کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی کسی کو انکے اقوال محتملہ کی پیروی کرنے کا حکم ہے تو معلوم ہوا غیر اللہ کی تقلید کسی بھی حالت میں حلال نہیں ہے کتاب اللہ پر قادر ہے تو اس سے اللہ کا حکم معلوم کرکے عمل کرے اور کتاب اللہ پر قادر نہیں تو اس پر قدرت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے اور دوران کوشش فقہاء کے اقوال پڑھ کر عقل سے صحیح و غلط کا فیصلہ کرے پھر جب قدرت حاصل ہو جائے تو کتاب اللہ سے فیصلہ کرے۔

عذر اکراہ کا بیان:

اکراہ یعنی مجبور کرنا، اختیار ختم کرنا اس حالت میں اللہ کی جانب سے اللہ کی ناشکری یعنی اسکی مخالفت کرنے کی اجازت ہے لازمی نہیں اور اسکے دلائل ملاحظہ کریں:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:٧٨)

ترجمہ: اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة:١٨٥)

ترجمہ: اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرة:٢٨٦)

ترجمہ: اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ پابند نہیں کرتا۔

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (المائدة:٠٦)

ترجمہ: اللہ تم پر کوئی تنگی نہیں کرنا چاہتا، بلکہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا (النساء:٢٨)

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کردے، اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن:١٦)

ترجمہ: سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (البقرة: ۱۷۳)

ترجمہ: پھر جو شخص مجبور ہو جائے، نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

یہی الفاظ سورۃ البقرۃ 173، سورۃ الانعام 145، سورۃ النحل 115 میں حرام کھانے کے بارے میں دہرائے گئے ہیں۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (الانعام: ۱۱۹)

ترجمہ: اور اللہ نے تمہارے لیے حرام چیزیں تفصیل سے بتا دی ہیں، سوائے اس کے جس کے لیے تم مجبور ہو جاؤ۔

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (النحل: ۱۰۶)

ترجمہ: کس کی مجال ہے جو اپنے ایمان کے بعد اللہ کی ناشکری کرے سوائے اس کے جسے لاچار کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو اس پر گناہ نہیں)

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ (الاحزاب: ۰۵)

ترجمہ: اور تم سے جو بھول چوک میں غلطی ہو جائے اس پر تمہیں کوئی گناہ نہیں، گناہ وہ ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔

صریح آیات ہیں کہ اللہ بندوں پر رحیم ہے اسکا ہر حرام مجبور کی حالت میں معاف ہو جاتا ہے لیکن اسکی چند شرائط ہیں:

اکراہ کے شرائط اور مسائل

1) دل ایمان پر مطمئن ہو مثلاً کلمہ کفر کہنے پر اکراہ ہوا اور زبان سے کہہ دیا لیکن دل سے اس پر راضی نہ ہو تو ٹھیک ورنہ کافر ہو جائے گا جیسا کہ فرمایا مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (النحل: ۱۰۶) ترجمہ: کس کی مجال ہے جو اپنے ایمان کے بعد اللہ کی ناشکری کرے سوائے اس کے جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو اس پر گناہ نہیں)۔

2) دھمکی یقینی اور قطعی ہونا ضروری ہے یعنی یقین ہو کہ یہ دھمکی دینے والے دھمکی کو سچ کر دکھائیں گے لہذا اگر کوئی ایسا شخص دھمکی دے جو یہ کام نہیں کر سکتا یا کر سکتا ہے لیکن کسی رکاوٹ کی وجہ سے نہیں کرے گا یا وہ دھمکی کی تعمیل کر سکتا ہے لیکن وہ اسے کسی سے مدد لے کر روک سکتا ہے یا خود ہی اسے روک سکتا ہے تو یہ مجبوری نہیں مثلاً بہت سے لوگ علماء کو تبلیغ دین حق سے روکنے کے لئے دھمکیاں دیتے ہیں اور علماء انکے خلاف سپاہیوں سے مدد لے سکتے ہیں جو انہیں تحفظ دیں گے اور دھمکی دینے والوں کے خلاف کاروائی کریں گے اور مثلاً اگر کسی کی گردن پر تلوار یا سر پر بندوق رکھی ہو اور یقین ہو کر یہ مار دے اور وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن وہ جو شکار ہے وہ وہاں سے بھاگ کر جان بچا سکتا ہے تو گناہ کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اگر اس کے پاس بھاگ کر جان بچانے کا راستہ ہے تو وہ مجبور نہیں ہے۔

3) ایسی دھمکی دی جائے جو حد حرج تک پہنچتی ہو مثلاً اسے قتل کی دھمکی یا اس کا کوئی صحیح عضو ضائع کرنے کی دھمکی یا سخت مار مارنے کی دھمکی یا سالوں تک قید رکھنے کی دھمکی یا اسکے نہایت محبوب شخص کو مارنے یا عزت لوٹنے کی دھمکی جس کی موت کا غم وہ برداشت نہیں کر سکے گا یا اسکے گھر کو آگ لگانے کی دھمکی جس کے سوا اسکا کوئی گھر نہیں یا دوسرا گھر ہے لیکن دونوں ہی نہایت ضروری ہیں جن کے بغیر اسے سخت حرج کے سامنا ہوگا تو وہ شخص مجبور ہے لہذا اگر نوکری سے نکالنے یا عام مار کٹائی کرنے یا حد حرج سے کم مال لوٹنے یا چوری کرنے کی دھمکی دے تو یہ اکراہ نہیں ہے کیونکہ یہ سب امور مجبوری ثابت نہیں کرتے۔

4) مجبور کے لئے مجبر (جبر کرنے والے) کا مطالبہ پورا کرنا رخصت ہے اور مطالبہ پورا نہ کرنا عزیمت ہے رخصت پر عمل جائز ہے لیکن اگر مجبر کا مطالبہ ایسا ہو جسکا فساد اس دھمکی سے زیادہ ہو جو مجبر مجبور کو دے رہا ہے تو عزیمت پر عمل بہتر ہے مثلاً کسی مجاہد کو کفار مرتدین کی فوج نے گرفتار کر لیا اور تشدد کر کے پوچھ رہے ہیں کہ تمہاری ساتھیوں کا ٹھکانہ کہاں ہے یا انکی چالیں و حکمت عملی کیا ہے اب ظاہر ہے کہ جب یہ انہیں خبردار کر دے گا تو وہ مرتدین مجاہدین پر اچانک یکدم حملہ کر کے شہید کر دیں گے اور یوں قتال فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ الحق کو نقصان پہنچے گا اور خاص طور پر جب وہ مجاہدین قتال میں مہارت رکھتے ہوں یا ایسے اسلحہ کی خبر مانگ رہے ہیں جس سے یہ جنگ جیتی جا سکتی ہے اور مجاہدین کو شکست کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے تو یہ سب نقصانات اسکی جان جانے سے زیادہ ہیں لہذا زیادہ بہتر ہے کہ قتل ہو جائے یا تشدد برداشت کر لے لیکن مجبر کا مطالبہ مثلاً خبریں نہ بتائے لیکن اگر جو مطالبہ کیا ہے وہ ہلکی شیء ہے مثلاً مجاہدین کی چال پوچھی ہے اور اسے پتہ ہے کہ اگر چال بتا بھی دی تو مجاہدین کے پاس دوسری چال موجود ہے اس سے انہیں نقصان نہیں ہوگا تو بہتر یہ ہے کہ بتا دے اور مجاہدین بھی سمجھ گئے ہونگے کہ اب ہمیں لائحہ عمل بدلنا ہوگا کیونکہ فلاں مجاہد نے قید میں سخت تشدد کی وجہ سے زبان کھول دی ہوگی۔

5) اگر ایسا ہو کہ کسی کے عزیز محبوب کو اغوا کر لیا جائے اور اس سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ فلاں کو قتل کرو گے تو تمہارا عزیز چھوڑیں گے ورنہ قتل کر دیں گے اور یقین ہے کہ اپنی دہشت برقرار رکھنے کے لئے وہ عزیز کو قتل کر دیں گے اور یہ بھی ہے کہ اگر مجبور نے انکے مطالبے کے مطابق قتل کر دیا تو وہ مجبور اور اسکے عزیز کو کام ختم ہونے کے بعد بھی قتل ہی کر دیں گے تاکہ کوئی ثبوت باقی نہ رہے تو ایسے صورت میں مطالبہ نہ مانے کیونکہ دونوں صورتوں میں ہی موت ہے تو بلاوجہ گناہ کی رخصت کیوں ہو اور مطالبہ قتل پر اکراہ ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ ایسی صورت میں مجبور حکومتی اداروں یا کتوالوں یا فوج یا نیم فوجیوں یا جسکے قتل کا مطالبہ ہے اسے خبردار کر سکتا ہے اس صورت میں وہ صاحب اختیار لوگ اس اغواء عزیز کی بھی بازیابی کروا لیں گے اور قتل بھی نہیں ہوگا۔

6) اکراہ کی صورت میں فسق کی کرنے کی بقدر ضرورت ہی اجازت ہے لہذا اگر کوئی ضرورت سے زیادہ فسق کرے تو وہ کافر ہوگا جب کہ اس فسق کے ساقط ہونے کا دوسرا کوئی عذر نہ ہو مثلاً سر پر بندوق لگا کر کہا کہہ اسلام جھوٹا ہے اور یقین ہے کہ یہ لوگ قتل کر دیں گے اور یہ انہیں قتل نہیں کر سکتا نہ بھاگ سکتا ہے نہ کہیں سے مدد لے سکتا ہے تو صرف اتنا جملہ کہہ دے اور اگر ضرورت سے زیادہ بولا تو ایمان ضائع ہو جائے گا کیونکہ ضرورت سے زیادہ پر مجبور نہیں تھا۔

7) بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اکراہ صرف قول میں معتبر ہے فعل میں نہیں یعنی کلمہ کفر بولنے تک اکراہ ہے باقی کوئی گناہ عملاً کرنے پر مجبور کیا جائے تو رخصت نہیں یہ باطل عقیدہ ہے کیونکہ رخصت کے لئے آیات میں ایسی کوئی شرط نہیں بلکہ اللہ رحمن کی طرف رخصت مطلق و غیر مشروط ہے قول ہو یا فعل ہر حالت میں رخصت ہے۔

8) یہ کہنا کہ غلط ہے کہ جب کوئی مجاہد کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو تو وہ خودکشی کر لے لیکن راز نہ بتائے یا جب لگے کہ اسے گھیر لیا گیا ہے اور بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تو خودکشی کر لے کیونکہ بلا اجازت شرعی خودکشی کرنا جرم ہے لیکن اگر یقین ہو کہ یہ دشمن گرفتار کرنے کے بعد تشدد کر کر کے قتل کر دیں گے اور خبر بھی اگلوالیں گے تو خودکشی کرے بلکہ بم باندھ کر انکے پاس جا کر دھماکہ کرے تو زیادہ اچھا ہے اس صورت میں دشمن بھی مرے گا کیونکہ یہ اکراہ کی صورت ہے اور اکراہ میں خودکشی کا گناہ معاف ہے بلکہ یہ شہادت ہوگی کیونکہ وہ اللہ کی راہ میں اللہ کے کی اجازت سے جان جا رہی ہے۔

9) اکراہ کی صورت میں خودکشی تب جائز ہوگی جب اسے یقین ہو کہ اگر خودکشی نہ کی تب بھی وہ انکے ہاتھوں سے بے رحمی سے شہید ہوگا یا پھر خودکشی سے زیادہ نقصان اسکی ذات کو ہوگا اور اکراہ کی وجہ سے وہ گناہ بقدر سد اکراہ معاف ہوجاتا ہے لہذا خودکشی بھی جائز ہوگی اگر اللہ کی راہ میں تھا اور جان دے رہا ہے تو شہادت کا رتبہ بھی ہے۔

حدیث سے قیام حجت نہیں ہوتی :

کسی پر غیر شرک اکبر کے باب میں قیام حجت صرف اللہ کے کلام سے ہوسکتی ہے نہ کہ کوئی حدیث پیش کرنے سے اگرچہ وہ قرآن شریف کے مطابق ہی کیوں معلوم نہ ہو کیونکہ بندے اللہ رب العلمین کے حکم و کلام کے مکلف و پابند ہیں کلام بشر کے نہیں حدیث ایک رائے و تاریخ ہے راویوں کے الفاظ و کلمات ہیں اور یہ بھی کہ رب تعالی نے عذر کا قیام و تمام آیت کے ذریعے سے بتایا ہے نہ کہ کسی اور کے ذریعے سے کہ ایت پہنچ جائے اللہ کا کلام پہنچ جائے کتاب اللہ پہنچ جائے نہ کہ کچھ اور حدیث سے بندوں پر تمام حجت ماننا شرک ہے۔

وضاحت قرآن عظیم کے مخالف کا حکم :

جیسا کہ ہم شرک اکبر کے باب میں یہ تفصیلا و تشریحا بتا چکے ہیں کہ جو یہ عقیدہ رکھے کہ قرآن شریف کلام رب بیرونی تشریح و تفصیل کا محتاج ہے مثلا حدیث یا اجماعی رائے کے بغیر قرآن شریف بیان نہیں وہ اس کی اضافی تشریح کرتے ہیں اسکی تفصیل کرتے ہیں اور قرآن شریف مجمل و ناقابل فہم ہے جب تک بیروی تشریحات نہ دیکھ لیں اسکی فوری تکفیر فرض ہے اسکی تاویل ولاعلمی قبول نہیں اگرچہ وہ کتنا ہی مشہور مذہبی ہو بشرطیکہ وہ نیا نیا مکلف نہ ہو اور نہ ہی مسلسل تحقیق کے دوران قلیل وقت کے لئے اجتہادی طور پر یہ موقف اختیار کر لیا ہو اور اسکی فوری تکفیر کئی وجہ سے ہے :

1. ایسا جو قرآن شریف کو عربی میں ہدایت کے لئے واضح و ظاہر کتاب نہ مانے اسے بیرونی تشریحات و تاویلات و تفصیلات کا مرہون منت ٹھہرائے وہ قرآن شریف کو واضح و ظاہر نہیں مانتا جو کہ 112 سے زائد آیات سے صریح اعراض و انکار ہے اور خدا کی تکذیب ہے اسکے بیان و مبین و بینات و مبینات و مفصل ہونے کا انکار ہے اور کثیر الذکر آیات کے انکار میں جہل و تاویل عذر نہیں۔
2. وہ یہ اعتقاد بنا کر ان ایات کا انکار کر رہا ہے جو علماء کے درمیان نہایت مشہور اور طلبہ بھی ان آیات کو اچھی طرح جانتے ہیں لہذا اسکی بلا تفصیل و مطالبہ تاویل کے تکفیر فرض ہے۔
3. جو کلام اللہ کو غیر واضح و ظاہر ٹھہرائے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کی آیتوں کو بیکار و گونگا بتا رہا ہے کیونکہ جو کلام اپنے مفہوم نہ سمجھا سکے اپنی تشریح نہ کر سکے تو بیکار اور باطل کلام ہوتا ہے جسے کلام لغو کہتے ہیں اور کلام رب العلمین کو لغو ٹھہرانے والا سخت کافر مشرک ہے۔
4. جو کلام اللہ کی غیر واضح و غیر مفصل مانے تو وہ یہ بتا رہا ہے کہ اللہ رب العلمین نے درست کلام نہیں کیا کہ وہ اپنی تشریح نہیں کر سکتا اسکے لئے بیروی تشریحات کی محتاجی ہے اور اسکا کلام فصیح نہیں ہے اور جو رب العلمین کے کلام کو فصیح نہ مانے وہ گستاخ رب اور گستاخ رسول ہے لہذا کافر ہے۔
5. قرآن شریف کے ہدایت ہونے کا انکار کرنے والا یہود و نصاری سے بھی بدتر کافر منافق ہے جب کہ وہ کلمہ گو ہو اور جو کلام اپنی تشریح نہیں کر سکتا ادھورا کلام ہو وہ بلکل بھی ہدایت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی اور جب کلام اللہ غیر واضح و غیر ظاہر ہے تو وہ ہدایت نہیں ہے معاذ اللہ۔

6. قرآن شریف فرقان حمید کو غیر واضح و غیر مفصل ٹھہرانے والا دراصل نبی کی گستاخی بھی کر رہا ہے کہ نبی پر اللہ نے صاف صاف پہنچانا فرض کیا تھا اور یہ کلام جو نبی کریم لے کر آئے وہ تو صاف صاف بات نہیں کرتا بیرونی وضاحت کا محتاج ہے جب کہ نبی اللہ کا پیغام پہنچانے کے باب میں معصوم ہے اس معاملے میں ان سے غلطی صادر ماننا یا اللہ کی نافرمانی ماننا کفر و شرک ہے پھر تو اللہ کا پیغام ہی مشکوک ہوگا جو کہ دلائل عقلیہ و الہامیہ کے خلاف ہے کہ اللہ نے صاف صاف کلام کیا لیکن نبی نے کمی کوتاہی سے پہنچایا نعوذ باللہ۔
7. قرآن شریف قطعی الدلالۃ ہے یعنی بغیر کسی شک و شبہہ کے اپنی بات صاف صاف پیش کرتا ہے اسے کسی بیرونی تشریح و تفصیل کی محتاجی نہیں ہوتی لیکن جو اس کلام مجید کو غیر واضح ٹھہراتا ہے کہ یہ کلام سمجھا نہیں جا سکتا جب تک حدیث اسکی تفصیل نہ کرے وہ اسے مشکوک ٹھہراتا ہے اور قرآن شریف کو مشکوک ٹھہرانے والا کافر مشرک ہے اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔
8. جو حدیث سے قرآن شریف کی کسی آیت کی تشریح لیتا ہے وہ اس آیت بینہ کو بگاڑتا ہے اسے فاسد کرتا ہے کیونکہ واضح کلام کی تشریح کرنا اس کلام کو خراب کر دیتا ہے کیونکہ واضح کلام کو کسی وضاحت کی محتاجی نہیں اور تخریب آیت تحریف آیت صریح کفر ہے۔

ہدایت میں کفایت قرآن کے مخالف کا حکم:

کفایت قرآن کا عقیدہ کہ اللہ کی ہدایت کے لئے قرآن شریف کافی ہے ہدایت لینے کے لئے کسی حدیث و اجماعی رائے یا کسی صحابی کی رائے کی ضرورت نہیں اللہ کی کتاب واضح ہے اور یہ بات قرآن شریف کی 32 سے زائد آیات سے معلوم ہوتی ہے۔ جس کو ہم نے اپنی کتاب معرفت ظاہر و مقام حدیث میں ذکر کیا ہے اور جو کفایت قرآن شریف کے خلاف عقیدہ رکھے وہ کثیر الذکر وافر البیان آیات کا منکر و منحرف ہے بلکہ اس میں سے بعض آیات مذہبی حلقوں میں مشہور بھی ہے اور ایسی آیتوں کا مخالف کافر مشرک ہے اسکا عذر جہل و تاویل قبول نہیں اسکی فوری تکفیر ہے کیونکہ وہ ایسی آیتوں کے خلاف گیا ہے جو قرآن شریف میں کثیر الذکر کی وجہ سے اور مذہبی حلقوں میں مشہور ہونے کی وجہ سے اسے لازما معلوم ہونی چاہئیں تھیں لیکن اس نے ان سے اعراض کیا یہ اختیاری اعراض ہے اور آیات سے لاعلمی پر رضامندی ہے مگر اگر کوئی نیا نیا مکلف بالغ ہوا ہو اور اپنے اجتہاد سے یہ عقیدہ رکھتا ہو یا اجتہاد کر کے زیادہ بڑے کفر سے نکل کر یہ کفریہ عقیدہ اختیار کر لیا ہو مثلا کوئی مقلد سے غیر مقلد تو ہوا لیکن حدیث کو قرآن شریف اضافی تشریح مان لی تو اس پر اتمام حجت کرنا لازم ہے فوری تکفیر نہیں کیونکہ ابھی انہیں اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ ان آیتوں تک پہنچیں یا انہیں کوئی شبہہ بھی ہو سکتا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا عقیدہ کسی مؤمن کا لاعلمی میں بن تو سکتا ہے لیکن وہ اس پر برقرار نہیں رہ سکتا۔

اجتہادی خطا پر تکفیر:

ہر بندے پر اجتہاد فرض ہے لیکن مجتہد کی چند شرائط کے ساتھ اسکی خطا پر کوئی تفسیق نہیں اور اس صورت میں اس پر قیام حجت سے قبل اسکی تکفیر کرنے والا خود کافر ہے کیونکہ تکفیر کا مطلب جان و مال و عزت کی حرمت ہٹانا اور اس سے بھائی چارہ و مناکحہ و استغفار نہ کرنا اس سے بغض عداوت رکھنا اور اسکے عذاب پر افسوس کو حرام ماننا وغیرہ ہوتا ہے اور ان سب میں سے کوئی ایک کام بھی کسی مؤمن سے ساتھ کرنا یا اس کے جواز کا عقیدہ رکھنا اللہ و رسول کی تکذیب ہے۔ اجتہاد خطا پر تفسیق سے اعراض کرنے کی دو شرطیں ہیں:

1) اپنے اجتہاد سے شرک اکبر یعنی بندے کے لئے غیر اللہ کی عبادت کو حلال نہ ٹھہرا رہا ہو کیونکہ جیسا کہ گزر چکا کہ شرک اکبر نہایت ہی واضح ہے اور اس میں کسی قسم کا عذر قبول نہ کرنا اللہ تعالی کا حکم ہے لہذا اس میں لاعلمی و خطا عذر نہیں۔

2) اجتہاد کرکے ایسا موقف نہ پیش کیا ہو جو کثیر الذکر آیات یا علماء کے مابین مشہور آیات کے خلاف ہو مثلا ربا حلال ہے یا صلاۃ و قتال فی سبیل اللہ فرض نہیں یا قرآن شریف کو ہدایت و نصیحت لینے کے لئے آسان و واضح ماننے سے انکار کرے۔

طاغوتی سیاسی جماعت کو تصویت (ووٹ دینے) کا حکم :

حکومت کے اسلامی ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں جن میں سے ایک بھی نہ پائے جانے پر حکومت طاغوتی و ظالم کہلائے گی :

1) اگر فرماں رواں متعین کی جائے تو اس حکومت کا امیر اعلی و فرماں رواں جامع شرائط ہو۔

2) اس حکومت کا آئین اللہ کی کتاب ہو جس سے ہٹ کر کوئی قانون سازی نہ کی جائے۔

3) اس ریاست میں ان قوانین شرعیہ کا نفاذ مکمل طور پر کیا جائے۔

اس تین میں سے ایک بھی شرط نہ پائے جانے پر حکومت و ریاست طاغوتی و کفری ہوگی۔

فاسق سیاسی جماعتوں کو ووٹ دینا کہ وہ حکومت چلائیں اور قانون سازی و فیصلے کریں یہ کفر و شرک اکبر ہے ایسے شخص کی فوری تکفیر ہے اس کی چند وجوہات ہیں :

1) پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسی جماعت کی حکومت و سیاست سے راضی ہے جو قرآن شریف سے جاہل اور بد عمل و بد عقیدہ ہیں تو ظاہر ہے انکے فیصلہ اللہ کی کتاب سے نہیں ہونگے بلکہ اپنی رائے و خواہش سے ہونگے اور وہ خود کافر مشرک اکبر ہیں۔

2) دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ طاغوت کی حاکمیت پر راضی ہو کر دوسروں کے لئے طاغوت کی حاکمیت پسند کرتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور کی حاکمیت اختیار کرنا یا کسی دوسرے کے لئے اسے پسند کرنا شرک اکبر ہے۔

3) تیسری وجہ یہ ہے کہ طاغوت کی تابعداری حرام و شرک اکبر ہے اور وہ ووٹ دے کر اسے حلال ٹھہرا رہا ہے اسکی تصدیق کر رہا ہے گواہی دے رہا ہے کہ یہ جماعت سیاست و حکومت کے لئے موزوں و مناسب ہے بلکہ اسے اتنی اہمیت دے رہا ہے کہ وہ طاغوت کو تخت حکومت پر دیکھنا چاہتا ہے یہ سب کفریہ و شرکیہ عقائد و اعمال ہیں یہ شرک کی سب سے بدتر شکل ہے۔

4) غیر اسلامی جماعت کو ووٹ دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ووٹ دینے والے اس ظالم جماعت کے ان نمائندوں کو جو پارلیمنٹ میں جائیں گے انہیں نظام حکومت چلانے اور قانون سازی پر اپنا وکیل بنا رہا ہے اور کوئی عام وکیل نہیں بلکہ ایسا وکیل جنہیں قوانین کتاب اللہ کے ذریعے سے فیصلے کرنے ہونگے قوانین بنانے ہونگے اور اسی پر عمل درآمد کروانا ہوگا ایسا وکیل دلیر باشارع مجتہد ہونا لازمی ہے اور فاسق منافق سیاسی جماعتوں میں ایسا ہونا محال ہوتا ہے بلکہ وہ تو خود اسلام پسند نہیں ہوتے وہ اپنے باطل و فسقیہ اصولوں سے ہی اپنا نمائندہ چن کر مجلس شوری کے لئے منتخب کرتے ہیں اور وہاں جا کر وہ انسانوں سے دب کر کفر سے سمجھوتہ کرتے مداہنت کرتے ہیں یہ ووٹ دینا متعدد گناہوں و کفریات میں تعاون اور اس پر رضامندی ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص کسی فاسقوں کی سیاسی جماعت کو یا کسی منافق مولویوں کی جماعت کو ووٹ دے یا ایسے مولویوں کی جماعت کو ووٹ دے جو کفار مشرکین کو ملا کر اتحاد امت کے نام پر ایک حکومت و نظام قائم کرنا چاہتے ہیں یا فرقہ پرست غیر تابعداران قرآن جماعتیں انہیں ووٹ دینا کفر و شرک اکبر ہے فوری تکفیر کا موجب ہے اگرچہ یہ جماعتیں واقعی روٹی کپڑا مکان روزگار کے لئے جدوجہد کرتی ہوں کیونکہ انکی یہ جدوجہد انکے ظالم مجرم و طاغوت ہونے کو ختم نہیں کرتیں فرعون نے موسی کو پالا لیکن اسکا جناب موسی کو پالنا اسے عذاب الہی و تکفیر سے بچا نہ سکا۔

طاغوتی پارلیمنٹ میں شمولیت کا حکم :

یہ پارلیمنٹ عوامی ووٹوں سے منتخب افراد کی مجلس شوریٰ ہے جنہیں عوام نظام حکومت چلانے اور قوانین بنانے کے لئے منتخب کرتے ہیں اور وہ قوانین بنانے میں آئین کے تابع ہوتے ہیں اور پارلیمنٹ کا رکن بننے کے لئے ریاست کے آئین اور قوانین سے وفاداری و پابندی کا حلف اٹھانا پڑتا ہے کہ وہ ان کی مخالفت نہیں کرے گا اور وہ قوانین و آئین غیر شرعی طاغوتی ہیں اور طاغوت و شیطان سے وفاداری شرک اکبر ہے۔جس میں فوری تکفیر ہے عذر جہل و تاویل قبول نہیں یہ اتنا خطرناک شرک ہے کہ یہ حلف اللہ کے سوا کسی اعلیٰ بشر یا اعلیٰ ملک کے لئے بھی نہیں اٹھا جا سکتا کیونکہ ہم اللہ رب العلمین کے سوا کسی کے قانون کے پابند و وفادار نہیں حاکمیت صرف رب تعالیٰ کی ہے۔

طاغوتی حکومت کے دفاعی اداروں میں شمولیت :

تمام عسکری و دفاعی اداروں میں بھرتی ہوتے وقت ان سے ریاست کے آئین و قانون اور سپہ سالار کی مطلق اطاعت کا عہد لیا جاتا ہے کہ وہ اسکے حکم کا مطلق پابند و وفادار ہوگا اگر وہ امیدوار یہ حلف نہ لے تو وہ ادارے و جماعت میں شامل نہیں ہونے دیا جاتا اور ہم پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ طاغوت کیا کسی بھی بشر و ملک کے حکم و اطاعت سے مطلق وفاداری اسکی غیر مشروط پابندی کا عہد و حلف لینا صریح کفر اور شرک اکبر ہے کیونکہ یہ اسکی حاکمیت قبول کرنا ہے اور عبادت کا اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ شرک کی سب سے بدتر صورت ہے مطلق پابندی و وفاداری محض رب العلمین کے لئے ہے اور یہ رویہ کسی طاغوت کے ساتھ رکھنا اور بھی بدتر شرک ہے ایسے شخص کی فوری تکفیر ہے اسکی اس امر کی سنگینی سے لاعلمی اور اجتہادی خطا عذر نہیں ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ گناہ گار کو امیر یا سپہ سالار بنانا بھی حرام و غیر مشروع ہے اور نہ ہی اسکی اطاعت واجب ہے بلکہ اسکی اطاعت حرام ہے اگرچہ وہ جسکا حکم دے رہا ہے جو جائز ہی کیوں نہ ہو مثلاً وہ حکم دے کہ فلاں چیز اٹھا کر میز پر رکھ دو تو اگر وہ اس چیز کو میز پر رکھنا چاہئے تو اس لئے وہ چیز میز پر نہ رکھے کہ اس نے حکم دیا بلکہ اس لئے رکھے کہ یہ کام حلال ہے یعنی اسکے حکم کی تعمیل کی نیت نہ ہو کیونکہ اللہ نے فرمایا ولا تطع منھم آثما او کفورا (الانسان: ۲۴) ترجمہ: "اور ان میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی اطاعت مت کر" فرمایا لا تطع الکفرین والمنفقین (الاحزاب: ۴۸) ترجمہ: "ناشکروں اور منافقوں کی اطاعت مت کر" فرمایا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا (الکھف: ۲۸) ترجمہ: "اور جسکا دل کو ہم نے اپنی نصیحت سے غافل کر دیا ہے اور اس سے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اسکا کام حد سے بڑھ کر ہے اسکی اطاعت مت کر"۔

کیا لازم کفر کفر ہے ؟

لازم کفر یعنی وہ عقیدہ جو عین کفر و صریح کفر تو نہ ہو لیکن اس عقیدہ کے ساتھ دوسرا کفریہ عقیدہ لازم ہو مثلاً کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں نہیں ہے تو لازماً اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار ہے کیونکہ وجود کے لئے کسی جگہ میں ہونا عقلی و لغوی لازمہ ہے مثلاً دائرے کے لئے اسکا گول ہونا لازمی ہے اگر کوئی کہے کہ میں دائرے کو مانتا ہوں لیکن یہ نہیں مانتا کہ دائرہ گول ہوتا ہے تو یہ نفس دائرہ کا انکار ہے اسکی کچھ مثالیں :

1) اللہ کے لئے دار الوجود یعنی جگہ و مکان کا انکار کرنا کہ وہ کسی جگہ نہیں ہے یہ خدا حقیقی کے وجود کا انکار کو لازم ہے۔
2) قرآن شریف کی کسی آیت کو منسوخ ماننا یہ اس قرآن شریف کی آیت کے ہدایت ہونے کا انکار صریح کفر ہے اور قرآن شریف میں باطل ماننا ہے یہ بھی صریح کفر و توہین کتاب اللہ ہے تو اسے منسوخ ماننا لازم کفر ہے۔

لازم کفر پر تکفیر کرنے کے حوالے سے فقہاء کے درمیان اختلاف ہے بعض نے کہا کہ لازم کفر پر کفر نہیں ہوتا جب کہ وہ شخص اس کفر کا التزام نہ کرنے یعنی اسکا بھی اعتراف کرے اور بعض نے مطلقا لازم کفر کو کفر کے حکم میں رکھا اور بعض نے اس میں تفریق کی اور کہا کہ لازم کفر کی دو اقسام ہیں لازم کفر بین اور لازم کفر غیر بین پہلی قسم پر تکفیر ہے اور دوسری قسم پر تکفیر نہیں۔

حق یہ ہے کہ تفریق کا موقف اختیار کیا جائے کیونکہ ہر لازم پر تکفیر روکنا ناانصافی ہے کیونکہ اگر کوئی آگ میں ہاتھ ڈالے اور اس کا ہاتھ جلے تو اسکا یہ عذر قبول نہیں ہوگا کہ اسے علم نہیں تھا کہ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جلتا ہے یا کوئی یہ کہے کہ میں دائرہ کا وجود مانتا ہوں لیکن یہ نہیں مانتا کہ وہ گول ہوتا ہے تو یہ صریح انکار ہے یہاں لازم کی مخالفت ملزوم کی صریح و بین مخالفت ہے اسے لازم بین کہتے ہیں یعنی لازم کفر بین پر تکفیر ہے لیکن لازم کفر غیر بین کی تکفیر میں تامل کریں گے حتی کہ قیام حجت ہوجائے۔

کفار سے ولاء و براء کا حکم:

ولاء یعنی بھائی چارہ کرنا کہ ایک دوسری مصیبت و پریشانی میں اسکا ساتھ دینا لازم کرلینا اسے حلیف بھی کہتے ہیں یہ ولاء صرف اہل ایمان کے درمیان ہے کفار سے ولاء رکھنا بلاعذر شرعی حرام و کفر ہے اور براء یعنی تعلقات ختم کرنا، بائیکاٹ کرنا اور اظہار براءت کرنا فاسقین سے براء کرنا فرض ہے تو آیات ملاحظہ کریں:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ وھم رکعون (المائدۃ: ۵۵)

ترجمہ: تمہارا ساتھی صرف اللہ اور اسکا رسول اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے تسلیم کیا ہے اور تابعداری برقرار رکھتے ہیں اور مال کا عمدہ ترین حصہ دیتے ہیں تابع بن کر۔

لا یتخذ المؤمنون الکافرین أولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء إلا أن تتقوا منھم تقاۃ (ال عمران: ۲۸)

ترجمہ: اہل ایمان دیگر اہل ایمان کو چھوڑ کر ناشکروں کو ساتھی نہ بنائیں اور جو یہ کام کرے گا تو اسکا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بہت بچنا چاہتے ہو۔

معلوم ہوا اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کفار کو ساتھی بنائیں ان سے اتحاد کریں ان سے بھائی چارہ رکھیں انہیں حلیف بنائیں اسے ولاء یا موالات کہتے ہیں مگر ان کے حد اکراہ و حرج والے نقصان سے بچنا ہو۔

یا أیھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری أولیاء بعضھم أولیاء بعض ومن یتولھم منکم فإنہ منھم إن اللہ لا یھدی القوم الظالمین (المائدۃ: ۵۱)

ترجمہ: اے لوگوں جو تسلیم کرچکے ہو یہود و نصاری کو ساتھی مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور تم میں سے جو بھی انہیں ساتھی بنائے گا تو وہ انہیں میں سے ہے یقینا اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قد کانت لکم أسوۃ حسنۃ فی إبراھیم والذین معہ إذ قالوا لقومھم إنا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء أبدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ (الممتحنۃ: ۰۵)

ترجمہ: تمہارے لئے ابراہیم اور جو اسکے ساتھ ہیں ان میں اچھی پیروی رکھی ہے جب انہوں نے اپنی قوم کو کہا ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن کی تم تابعداری کرتے ہو ان سے براءت کرتے ہیں ہم نے تمہیں ٹھکرا دیا ہے اور ہمارے اور تمہاری درمیان دشمنی و بغض ہمیشہ کے لئے ظاہر ہوچکا ہے حتی کہ تم اکیلے اللہ کو تسلیم کرو۔

یا أیھا الذین آمنوا لا تتخذوا آباءکم وإخوانکم أولیاء إن استحبوا الکفر علی الإیمان ومن یتولھم منکم فأولئک ھم الظالمون (التوبۃ:۲۳)

ترجمہ : اے لوگوں جو تسلیم کر چکے ہو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو ساتھی مت بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیں اور تم میں سے جو انہیں ساتھی بنائے گا تو وہ ظالم ہونگے ۔

وأذان من اللہ ورسولہ إلی الناس یوم الحج الأکبر أن اللہ بریء من المشرکین ورسولہ (البراءۃ:۰۱)

ترجمہ : اور اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے انسانوں کو حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ اور اسکا رسول مشرکین سے بری ہے ۔

ان سب آیات بینات سے معلوم ہوا کہ کسی بھی ظالم فاسق کو ساتھی بنانا ان سے اتحاد کرنا یا انہیں اسلامی متحدہ میں شامل کرنا ان سے بھائی چارہ رکھنا ان آیات کی مخالفت ورد ہے اور کا رد کرنا کفر ہے مگر اگر حرج واکراہ کی صورت ہو تو الگ بات ہے ۔

کفار سے نکاح کا حکم :

اللہ کی آیات کی مخالفت وتردید کرنے والوں کی عورتوں سے نکاح کرنا یا اپنی عورتوں کا نکاح انکے مردوں سے کروانا حرام ہے یہ نکاح منعقد نہ ہوگا ۔

ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم اولئک یدعون الی النار واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ باذنہ (البقرۃ:۲۲۱)

ترجمہ : اور مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور مؤمنہ خادمہ مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھی لگے اور مشرک مردوں سے نکاح مت کرواؤ حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور مؤمن خادم مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے وہ لوگ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی اجازت سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے ۔

فإن علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن إلی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن (الممتحنۃ:۱۰)

ترجمہ : پھر اگر تم جان لو کہ وہ مؤمنات ہیں تو انہیں ناشکروں کی طرف مت لوٹاؤ وہ عورتیں ان ناشکرے مردوں کے لئے حلال نہیں ہیں اور وہ ان عورتوں کے لئے حلال نہیں ہیں ۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ ظالم سے محبت کرنا اسے اپنا ساتھی بنانا حرام ہے اور نکاح میں یہ سب لازمی ہوتا ہے محبت ہوتی ہے اور شریک حیات بھی بنالیا جاتا ہے اگرچہ محدود وقت کے لئے ہو لہذا اس وجہ سے بھی نافرمانوں سے نکاح حرام ہے ۔

اللہ تعالی نے فاسقین سے صرف یہ صورت حلال رکھی ہے کہ مرد مؤمن ہو اور عورت فاسقہ ہو تو مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنے مال کے عوض اسے تکمیل شہوت کے لئے چاہئے اسے ابتغاء بالمال کہتے ہیں اس شرعی ضابطہ کی بنیاد پر یہ حلال ہوجاتا ہے اگرچہ اس عورت سے اس مرد مؤمن اولاد ہوجائے لیکن یہ نکاح نہیں ہے اللہ نے فرمایا احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسفحین (النساء:۲۴) ترجمہ : تمہارے لئے ان کے سوا جو ہیں وہ حلال کردی گئی ہیں کہ تم اپنے اموال کے بدلے چاہو جب کہ پاک دامن ہو زانی نہ ہو۔ اس کے حلال ہونے کی چند شرائط ہیں :

1) مرد مؤمن ہو اگرچہ عورت فاسقہ ہو کیونکہ یہ آیت کریمہ میں تخفیف مؤمن مرد کے لئے ہے نہ کہ مؤمنہ عورت کے لئے ۔
2) مال کے عوض میں چاہئے بغیر مال کے یہ چاہنا زنا کا فیصلہ ہے ۔
3) عورت محرمہ نہ ہو۔

اس مؤمن مرد کو چاہیئے کہ وہ اس فاسقہ سے محبت وولاء نہ رکھے لیکن وہ فاسقہ اپنے فسق وکفر سے توبہ کرلے تو پھر کوئی اعتراض نہیں اور اس نتیجہ میں پیدا ہونے کا بچے کا باپ وہی مرد ہوگا اور وہ بچہ جب مکلف ہو کر ایمان لائے تو باپ کا وارث بھی ہوگا کیونکہ وہ جائز اولاد ہے لیکن وہ عورت اپنے کفر کی وجہ سے اس مرد کی وارث نہیں ہوگی اسکا نان نفقہ سکنی مرد پر لازم نہیں ۔

کفار پر افسوس کرنا :

فساق کی مصیبت پر یا انکی موت پر افسوس کرنا حرام اور اللہ کی آیتوں کا رد ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا فلا تاس علی القوم الفسقین (المائدۃ : ۲۶) ترجمہ : "تو نافرمانوں پر افسوس مت کر" اور فرمایا فلا تاس علی القوم الکفرین (المائدۃ : ۶۸) ترجمہ : "تو ناشکروں پر افسوس مت کر" فرمایا فکیف آسی علی قوم کفرین (الاعراف : ۹۳) ترجمہ : "(جناب شعیب نے کہا) تو میں کیسے ناشکروں پر افسوس کروں"۔

کفار سے رویہ :

کفار سے کیسا رویہ ہو اس حوالے سے اللہ تعالی نے دو فیصلے کئے ہیں ایک عزیمت کا فیصلہ جو اللہ کا جدید حکم ہے اور ایک رخصت کا فیصلہ جس میں اس کفار سے حسن سلوک کا رویہ ہے جنہوں نے اہل اسلام سے دین کے معاملے میں قتال نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے کسی مسلم کو اسکے گھر سے نکالا ہو نہ ہی نکالنے پر مدد کی لیکن اگر اس نے کسی مسلم سے دین کے معاملے میں لڑائی کی ہو یا اسے اسکے گھر سے نکالا ہو تو اس سے تعلقات رکھنا حرام ہے حکم ملاحظہ کریں :

حکم عزیمت یہ ہے جو قدیم حکم ہے فرمایا یایھا الذین آمنوا قتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین (البراءۃ : ۱۲۳) ترجمہ : اے لوگوں جو تسلیم کر چکے ہو جو ناشکرے تمہارے نزدیک ہیں ان سے قتال کرو اور وہ تم میں سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے ۔

اور فرمایا محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (محمد : ۲۹) ترجمہ : اللہ کا رسول محمد اور جو ساتھی ہیں ناشکروں پر سخت آپس میں مہربان ہیں ۔

فرمایا لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباؤھم او ابناؤھم او اخوانھم او عشیرتھم (المجادلۃ : ۲۲) ترجمہ : اے بندے تو ان لوگوں کو جو اللہ اور آخری دن کو تسلیم کرتے ہیں کبھی ان سے محبت کرتا نہیں پائے گا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے اگرچہ وہ انکے باپ یا انکے بیٹے یا انکے بھائی یا انکا خاندان ہو۔

معلوم ہوا کہ اللہ نے فرمانوں و مخالفوں سے سخت رویہ رکھنا اور ان سے نفرت رکھنا یہ لازم ہے اور اب رخصت کا حکم ملاحظہ ہو

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھاکم اللہ عن الذین قتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون (الممتحنۃ : ۸،۷) ترجمہ : اللہ تمہیں ان لوگوں سے بھلائی کرنے سے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ تم سے لڑائی کی اور نہ ہی انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا یقینا اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اللہ نے صرف تمہیں ان سے تعلق رکھنے سے روکا ہے جنہوں نے تم سے دین میں معاملے میں لڑائی کی ہے اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور جنہوں نے تمہارے نکالنے پر مدد کی اور جو ان تعلق رکھے تو وہ ہی ظالم ہیں ۔

جو حالت عجز میں ہے تو وہ اس تخفیف ورخصت پر عمل کر سکتا ہے تاکہ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے حالت سازی ہو سکے اور افرادی، علمی اور اقتصادی قوت میں اضافہ ہو سکے لیکن ایسے کفار سے یہ رویہ رکھنا واجب نہیں محض جائز ہے ۔

ظالمین کو سلام یا انکے لئے استغفار کرنا :

اللہ کے نافرمان وغدار کو سلامتی کی دعا دینا حرام و اللہ کے حکم سے کفر ہے کیونکہ اللہ نے ظالموں فاسقوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اللہ نے فرمایا لعنة الله علی الظلمین ترجمہ : نافرمانوں پر اللہ کی لعنت ہے اور فرمایا لعنة الله علی الکفرین ترجمہ : ناشکروں پر اللہ کی لعنت ہے اور فرمایا السلام علی من اتبع الهدی (طه:۴۷) ترجمہ :"سلامتی اس پر ہے جن نے ہدایت کی پیروی کی ہے" اور جب نافرمان پر سلامتی نہیں ہے تو ان کے دعائے مغفرت کرنا بھی باطل و حرام ہے اور مغفرت ان کے لئے ممکن نہیں اور فرمایا ہے ما کان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشرکین ولو کانوا أولی قربی من بعد ما تبین لهم أنهم أصحاب الجحیم (البراءة:۱۱۳) ترجمہ : نبی اور اہل ایمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے معافی مانگیں اگرچہ وہ قریبی رشتے والے ہی ہوں جب کہ ان کے لئے یہ بات واضح ہو چکی کہ وہ بھڑکتی آگ والے ہیں ۔ استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعین مرة فلن یغفر الله لهم ذلك بأنهم کفروا بالله ورسوله والله لا یهدی القوم الفاسقین (البراءة:۸۰) ترجمہ : تو انکے لئے معافی مانگ یا تو انکے لئے معافی نہ مانگ اگر تو ان کے لئے ستر مرتبہ بھی معافی مانگے تو اللہ کبھی بھی انہیں معاف نہیں کرے گا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کو رد کیا ہے اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ۔

کفار سے معاہدہ کرنا :

کفار سے معاہدہ کرنے کے بارے میں مختلف ادوار میں مختلف احکام نازل ہوئے ہیں پہلے شریعت کے مطابق معاہدے کرنا کفار سے حلال ہے اس کے احکام نازل ہوئے پھر سورۃ البراءۃ یہ حکم نازل ہوا کہ جو معاہدے کفار سے کئے ہوئے ہیں انہیں اللہ نے ختم کر دیا ہے اور وہ اور اسکا رسول ان سے بری ہو گئے ہیں اور چار ماہ کی مہلت کے بعد ان سے قتال کیا حکم دیا ہے اور صرف ان مشرکین کے معاہدے برقرار رکھے جن سے آیت نازل ہونے سے قبل محدود وقت کے لئے معاہدہ ہو چکا تھا اور وہ بغیر کوتاہی کے معاہدے پورے کر رہے تھے اور نہ ہی اہل اسلام کے خلاف کسی کی نصرت کر رہے تھے اور انکے بعد یہ عہد بھی ختم ہو گیا اب ان احکام کے مطابق ہر کسی مشرک سے کوئی عہد مشروع نہیں ہے سب سے قتال ہے ۔

اس تفصیل کے بعد کے مختلف حالات عہد کفار کے باب میں دو احکام نازل ہیں اور ان سے قتال کا حکم اصل ہے کیونکہ اللہ نے سارے مشرکین سے المسلمین کے کئے ہوئے معاہدوں کو منسوخ کر دیا تھا جیسا کہ اللہ نے فرمایا براءة من الله ورسوله إلى الذین عاهدتم من المشرکین (۱) فسیحوا فی الأرض أربعة أشهر واعلموا أنکم غیر معجزی الله وأن الله مخزی الکافرین (۲) وأذان من الله ورسوله إلى الناس یوم الحج الأکبر أن الله بریء من المشرکین ورسوله فإن تبتم فهو خیر لکم وإن تولیتم فاعلموا أنکم غیر معجزی الله وبشر الذین کفروا بعذاب ألیم (۳) إلا الذین عاهدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاهروا علیکم أحدا فأتموا إلیهم عهدهم إلى مدتهم إن الله یحب المتقین (۴) فإذا انسلخ الأشهر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم کل مرصد فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزکاة فخلوا سبیلهم إن الله غفور رحیم (۵) (البراءة)

ترجمہ :"اللہ اور اسکے رسول کی جانب سے ان مشرکین کی طرف براءت آ چکی ہے جن سے تم نے معاہدہ کر رکھا ہے لہذا زمین میں چار ماہ سیر کر لو اور جان لو کہ تم اللہ کی ہرانے والا نہیں ہو اور یہ کہ اللہ ناشکروں کو ذلیل کرنے والا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے انسانوں کو حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ مشرکین سے بری ہے اور اسکا قاصد بھی پھر اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کی عاجز کرنے والے نہیں ہو اور ناشکروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دو مگر وہ مشرکین جن نے تم نے عہد کیا ہے پھر

انہوں نے تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچایا اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی مدد کی ہے تو ان کے ساتھ ان کے عہد انکی مدت تک پورے کر لو یقینا اللہ نیکوں کو پسند کرتا ہے پھر جب اشہر حرم گزر جائیں تو مشرکین کو تم جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کر ڈالو اور انہیں پکڑو اور انکا محاصرہ کرو اور انکے لئے ہر گھات میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور تابعداری برقرار رکھیں اور مال کا عمدہ ترین حصہ دیں تو پھر انکا راستہ خالی کر دو یقینا اللہ بہت معاف کرنے والا بہت مہربان ہے"۔

یہ آیت شریفہ اس امر پر دلیل ہے کہ اصل کفار مشرکین سے قتال ہے امن، صلح و معاہدہ نہیں ہے یہ اسلام کا آخری فیصلہ ہے لیکن صلح و معاہدے والی آیات بھی باقی ہیں وہ بھی منسوخ نہیں ہیں اور ہی اللہ نے ایسی کوئی گواہی دی ہے کہ وہ آیات منسوخ ہیں اور قرآن شریف کلام ہدایت کوئی بات منسوخ ماننا گمراہی و کفر ہے تو ایک حکم رخصت اور دوسرا حکم عزیمت ہے جب مجبوری و عجز ہو اہل اسلام کمزوری ہو کفار کا بہت غلبہ ہو جیسا کہ لمبے عرصے سے آج تک کفار و منافقین کا اتنا غلبہ ہے کہ اہل اسلام حق بولنے پر قتل کر دیئے جاتے ہیں ان کفار کے ایجادات اور ضروری اشیاء پر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ان سے قتال تو دور کی بات المسلمین بکھرے ہوئے ہیں باہم مربوط و منظم بھی نہیں ہیں تو ان حالات میں کفار و منافقین سے عہد پیمان کرنا اس سے بیع و شراء وغیرہ عہد و عقد کرنا جو ضروری ہیں وہ بلکل جائز ہیں ان حالات میں ان آیات پر عمل ہوگا جو عہد کفار کو مشروع کرتی ہیں اور وہ آیات اس وقت بھی عمل میں ہونگیں جب بعض کفار سے تو قتال ہو رہا ہے لیکن بعض اہل غلبہ کفار و مشرکین سے عہد و پیمان کے بغیر چارہ نہ ہو تو ان سے عہد کر لیا جائے ایسا کر لیا جائے جو اللہ و رسول کے مخالف نہ ہو۔ اور فرمایا

كيف يكون للمشركين عهد عند الله وعند رسوله الا الذين عهدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لكم فاستقيموا لهم ان الله يحب المتقين (البراءة: ٧)

ترجمہ: "مشرکین کے لئے اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے کوئی عہد ہو سکتا ہے سوائے انکے مسجد حرام کے پاس جن سے تم نے عہد لے لیا تھا تو جب تک وہ سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو یقینا اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے"۔

اس آیت میں بھی اللہ نے علی العموم مشرکین سے مطلق عہد کو مسترد کر دیا صرف ان کے عہد کو باقی رکھا جن سے آیات نازل ہونے سے قبل مسجد حرام کے پاس عہد کر لیا تھا وہ بھی اس شرط کے ساتھ جب تک وہ سیدھے رہیں اور پھر وہ عہد بھی ان مشرکین مکہ نے تھوڑ دیا تھا جیسے کہ آگے ایات میں آرہا ہے لہذا اب مشرکین سے کوئی عہد و پیمان باقی نہ رہا۔

معاہدہ کفار اور ان سے صلح کے مشروعیت کی آیات ملاحظہ کریں:

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انه هو السميع العليم (الانفال: ٦١)

ترجمہ: اور اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو اس کے لئے تو بھی جھک اور اللہ پر بھروسہ کر یقینا وہ ہی سننے والا خوب علم والا ہے۔

الا الذين يصلون الى قوم بينكم وبينهم ميثاق او جاءوكم حصرت صدورهم ان يقتلوكم او يقتلوا قومهم ولو شاء الله لسلطهم عليكم فلقتلوكم فان اعتزلوكم فلم يقتلوكم والقوا اليكم السلم فما جعل الله لكم عليهم سبيلا (النساء: ٩٠)

ترجمہ: "سوائے ان لوگوں کو جو ایسی قوم کی طرف پہنچیں تمہارے درمیان اور انکے درمیان کوئی معاہدہ ہو یا وہ تمہارے لئے اس طرح آئیں کہ انکے سینے اس بات سے تنگ ہو گئے ہیں کہ وہ تم سے لڑیں یا وہ اپنی قوم سے لڑیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ انہیں تم پر مسلط کر دیتا پھر ضرور وہ تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے الگ ہو جائیں پھر وہ تم سے نہ لڑیں اور تمہیں صلح پیش کریں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں رکھی ہے"۔

یہ سب حالات سازی و رخصت کے احکام ہیں اصل حکم نہیں اصل حکم وہی ہے جس میں اللہ رب تعالی نے بعد میں سارے معاہدے ختم کر دیئے جو رب تعالی کا آخری فیصلہ ہے اور فی الحال مشرکین سے مطلق عہد رد کر کے نہیں رہ سکتے یہ ہی حالات کا تقاضا ہے اور یہ اللہ کی تخفیف و رخصت بھی ہے لیکن ہمیں چاہیئے کہ کفار سے بلاوجہ کے حصول دنیا کے لئے وعہد و معاہدے نہ کریں صرف بقدر ضرورت اور دفع تنگی حالت پر۔

کفار کی شرعی تقسیم :

کفار کی دو قسمیں ہیں 1) اہل کتاب 2) امیّ

اہل الکتاب اور امی کی وضاحت :

اہل الکتاب یہ الہامی کتاب کی طرف نسبت ہے یہ ایک تعبیر و عربی اصطلاح ہے یعنی الہامی کتاب کے حامل یہ وہ لوگ ہیں جو امت محمدیہ سے خارج ہیں لیکن انکے پاس الہامی کتاب موجود ہے اور وہ اس کی اتباع کو لازم ٹھہراتے ہیں اور وہ اسکا علم و معرفت بھی رکھتے ہیں انہیں اہل کتاب کہتے ہیں اگر ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو وہ امی ہے اہل کتاب نہیں۔ اہل کتاب کا اطلاق امت محمد پر نہیں ہوتا اللہ نے فرمایا قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم (ال عمران) ترجمہ : "کہہ دے اے اہل کتاب اس کلام کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاقی ہے" اللہ تعالی نے اہل کتاب سے امت محمد سے الگ کیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان معلوم ہوا دین محمد میں داخل شخص کو اہل کتاب نہیں کہہ سکتے الا یہ کہ کفر کی وجہ سے کوئی اسلام سے خارج ہو جائے اور فرمایا کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ و لو آمن اھل الکتاب لکان خیرا لھم (آل عمران: ۱۱۰) ترجمہ : "تم سب سے بہتر جماعت ہو جو انسانوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ کو تسلیم کرتے ہو اور اگر اہل کتاب تسلیم کر لیتے تو وہ ضرور ان کے لئے بہتر ہوتا" اس آیت میں بھی اللہ تعالی نے اہل کتاب کو اہل اسلام سے الگ کیا اور ان میں فرق کیا معلوم ہوا اہل کتاب امت محمدیہ میں سے نہیں ہیں۔

اہل الکتاب کے پاس الہامی کتاب ہونا لازمی ہے اور اگر اسکے پاس الہامی کتاب نہ ہو وہ ضائع ہوگئی ہو تو اس پر اہل الکتاب کا اسم جاری نہیں ہوتا کیونکہ کوئی اہل کتاب ہوتا ہے تو وہ کتاب کی بنیاد پر اہل کتاب کہلاتا ہے جب ان کے پاس الہامی کتاب ہی باقی نہ ہو تو اب اس پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا مثلا اہل علم تو علم بغیر اہل علم نہیں ہو سکتا یا اہل دولت و ثروت تو دولت و ثروت کے بغیر اہل دولت و ثروت کا کوئی تصور نہیں یہ ہی لغوی و شرعی اطلاق ہے لہذا اگر وہ کتاب اللہ ضائع ہو چکی ہو تو اس کی اتباع کا دعوی کرنے والے یا اسکی اتباع کو فرض سمجھنے والے کو اہل کتاب نہیں کہا جا سکتا اور یہ بھی کہ کسی قوم کے پاس صرف چند الہامی تعلیمات کا ہونا اور جھوٹی کتاب کو الہامی کہنا ہی انہیں اہل کتاب نہیں بناتا۔

اہل کتاب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ کی معرفت رکھتا ہو لہذا اگر وہ صرف سنی سنائی باتوں پر چلتا ہوا سے مانتا ہو تو وہ امی ہے اہل کتاب نہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا و منھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی و ان ھم الا یظنون (البقرة: ۷۸) ترجمہ : "اور ان (بنی اسرائیل) میں سے بعض امی ہیں جو الہامی کتاب نہیں جانتے سوائے بے دلیل باتوں کے اور وہ صرف گمان کرتے ہیں"

اس آیت میں اللہ تعالی نے بعض بنی اسرائیل کو کتاب اللہ کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے امی قرار دیا انہیں اہل کتاب سے خارج کیا جب وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں اور بنی اسرائیل کے پاس کتاب تورات و انجیل و زبور سب موجود تھی لیکن پھر بھی اہل کتاب نہیں امی ہیں کیونکہ کتاب کا علم نہیں رکھتے۔

اور فرمایا واذاخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ (آل عمران:۱۸۷) ترجمہ : "اور جب اللہ نے اسے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی ہے کہ تم اسے انسانوں کو ضرور صاف صاف بتادو گے اور تم اسے چھپاؤ گے نہیں"۔

اس آیت کے مطابق بھی اہل کتاب کتاب اللہ کا علم رکھتے ہیں ورنہ ان سے یہ عہد نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کتاب اللہ کو باقی انسانوں کو بیان کردیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے اہل کتاب ہونے کے لئے کتاب اللہ کا علم ہونا بھی ضروری ہے معلوم ہوا اہل کتاب ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں 1) اس کے پاس کتاب اللہ موجود ہو 2) وہ اس کتاب کی اتباع ضروری مانتا ہو 3) اسکے پاس اس الہامی کتاب کا علم بھی ہو صرف تقلیدی وظنی باتیں نہ پتہ ہوں۔

کونسی اقوام اہل کتاب میں شامل وخارج ہیں :

متاخرین وجدید یہودو نصاری اہل کتاب نہیں ہیں کیونکہ نہ انکے پاس تورات، زبور وانجیل ہے اور نہ ہی یہ لوگ ان الہامی کتب کے عالم ہیں اگرچہ انکے راہب ومشائخ ہی کیوں نہ ہوان کتابوں کی جگہ انکے پاس کچھ صحائف ہیں جو نہ ان الہامی کتب کی اصل زبانوں میں ہیں بلکہ وہ جناب عیسی مسیح اور دیگران کے ساتھیوں کے سوانح وتاریخ پر مشتمل ہیں جیسا کہ ہمارے یہاں بخاری ومسلم اور دیگر روایات وتورایخ کی کتب ہیں وہ کتابیں کلام اللہ نہیں ہیں اور پھر ظاہر ہے کہ جب کتب ہی نہیں ہیں توانکے علماء کہاں سے آئیں گے لہذا جدید یہودو نصاری اہل کتاب نہیں بلکہ امی ہیں وہ یہودو نصاری جو رسول اللہ اور قرآن کے نزول کے وقت موجود تھے وہ اہل کتاب تھے اس وقت توارت وانجیل اصل حالت میں موجود تھیں انکی گواہی قرآن شریف میں موجود ہیں لیکن بعد میں انکی جگہ دوسری کتابوں نے لے لیں۔

مجوس کی بات کریں تووہ بھی اہل کتاب نہیں ہیں ہاں انکی طرف نبی آیا تھا اور کتاب بھی لایا تھا ان کا دعوی یہ ہے کہ زرتشت نبی ہمارے پاس اللہ کی طرف سے ایک کتاب لائے تھے اسکا اویستا ہے وہ اسکی پیروی کی واجب ٹھہراتے ہیں لیکن اویستا بھی کوئی الہامی کتاب نہیں ہے یہ وہی کتاب ہے جس نے کتاب اللہ کی جگہ لے لی اور کتاب اللہ ضائع ہوگئی انکی طرف سے یہ بیان ملتا ہے کہ اویستا زرتشت نبی کی مکمل کتاب نہیں ہے بلکہ سکندر اعظم کے دور میں اسے کتاب سے ضائع کردیا گیا تھا پھر بعد میں اسے جمع کیا گیا اور وہ پھر مکمل نہ رہی اور باقی ماندہ کتاب ہیں حقیقت میں اصل کتاب نہیں ہے جو کوئی نبی لایا ہو لہذا مجوس بھی اہل کتاب نہیں ہیں امی کفار ہیں۔

ہندوؤں کی بات کریں تووہ امی کفار ہیں اہل کتاب نہیں لیکن حکم قرآن کے مطابق ہر قوم کی طرف ایک رسول آیا ہے توہندوؤں کی طرف بھی آیا ہے اور وہ ویدوں اور گیتا کو الہامی کتاب مانتے ہیں لیکن ان میں کوئی الہامیت والی بات نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان میں خرافات بھر گئی ہیں کوئی عاقل اسکا انکار نہیں کرتا تو ممکن ہے کہ یہ ویدیں اور گیتا پہلے کوئی الہامی کتب تھیں لیکن بعد میں تورات وانجیل کی طرح انکی جگہ بھی دوسری کتابوں نے انکے نام پر انکی جگہ لے لی توہندوؤں کے پاس بھی کوئی الہامی کتاب نہیں ہیں اور وہ جس کتاب کی اتباع کا دعوی کرتے ہیں وہ اصل میں الہامی تھیں اس میں بھی شک ہے توہندوامی کفار ہیں اہل کتاب نہیں ہیں۔

دور حاضر میں اہل کتاب وہ ہیں جن کے پاس قرآن شریف ہوتا ہے اور اسکی اتباع کو فرض بھی مانتے ہیں اور اسکا علم بھی رکھتے ہیں لیکن اسکے ساتھ ساتھ کافر بھی ہیں رب تعالی کے نافرمان وغدار بھی ہیں جیسا کہ کلمہ گو کفار، کافر مدعی اسلام فرقوں میں سے وہ لوگ جو قرآن کے ایک حصے کی معلومات رکھتے ہو یہ سب اہل کتاب ہیں لیکن ان کی عوام اہل کتاب نہیں بلکہ امی کفار ہیں کیونکہ انکے پاس قرآن شریف کے ایک حصہ کا علم نہیں ہوتا بلکہ اپنے بزرگوں کی تقلید وتابعداری مذہبی خبریں رکھتے ہیں نہ انہیں عربی زبان آتی ہے کہ وہ قرآن شریف کی اتباع کریں یہ خالص امی ہیں۔

اہل کتاب وامی کا حکم :

قتال واجب ہونے کے بعد اہل کتاب سے ابتداء میں قتال واجب ہے اور اسکے بعد ان کے لئے تین صورتیں ہیں یا تو تقوی اختیار کریں یا پھر وہ قتال کریں یا پھر وہ فرمانبرداری کے ساتھ جزیہ دیں اور شان والی زندگی نہ گزاریں تو فرمایا ہے قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین أوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون (البراءۃ:۲۹) ترجمہ : "جو اللہ اور آخری دن کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ اسے حرام ٹھہراتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں اور وہ ان میں سے ہیں جنہیں کتاب اللہ دی گئی ہے ان سے قتال کرو حتی کہ وہ فرمانبرداری سے جزیہ دیں اور ذلیل ہو کر رہیں"

فإذا انسلخ الأشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فإن تابوا وأقاموا الصلاۃ وآتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم إن اللہ غفور رحیم (٥) وإن أحد من المشرکین استجارک فأجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم أبلغہ مأمنہ ذلک بأنھم قوم لا یعلمون (البراءۃ:۰۶)

ترجمہ : "پھر جب اشہر حرم گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ اور انہیں پکڑو اور انکا محاصرہ کرو اور انکے لئے ہر گھات میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور تابعداری برقرار رکھیں اور مال کا عمدہ ترین حصہ دیں تو ان کا راستہ خالی کرو یقینا اللہ بہت معاف کرنے والا بہت مہربان ہے اور مشرکین میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے حتی کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے پھر انہیں اس کی پناہ گاہ میں پہنچا دے یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے"۔

معلوم ہوا کہ امی کفار کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو تقوی اختیار کرلیں یا پھر ان سے قتال کیا جائے گا لیکن اگر وہ پناہ مانگے تو اسے پناہ دینا فرض ہے حتی کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر واجب ہوگا کہ وہ اسے پناہ گاہ میں پہنچا دے۔

مرتد کا حکم اور اقسام :

مرتد یعنی وہ شخص جو ایمان لا کر کفر کرے اس کی دو اقسام ہیں عام مرتد اور مرتد اشد اور مرتد عام وہ شخص ہے جو ایمان لا کر کفر کرے اور اس نے کفر میں ترقی نہ کی ہو تو یہ مرتد عام ہے اور مرتد اشد وہ شخص ہے جو ایمان لا کر کفر کرے اور کفر میں ترقی کر جائے مثلا کفر کا امام بن گیا ہے اسکا قائد بن گیا ہے اسے مرتد اشد کہتے ہیں اور ہر مرتد کا توبہ قبول ہے سوائے مرتد اشد کی اللہ نے فرمایا ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا فلن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون (ال عمران:۹۰) ترجمہ : "یقینا جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر وہ کفر میں بڑھ گئے ہیں تو انکی توبہ کبھی بھی قبول نہ کی جائے گی اور وہ گمراہ ہیں"۔

ایمان کا مفہوم

ایمان عربی زبان کا لفظ ہے جب یہ یا اسکے مشتقات باء کے صلے کے ساتھ آتے ہیں تو اسکا معنی ہوتا ہے "قبول کرنا، تسلیم کرنا جو ردو تکذیب سے محفوظ ہو یا اطاعت و فرمانبرداری کرنا" مثلا آمنوا بالکتاب یعنی اللہ کی کتاب کو قبول کرو یا اسکو تسلیم کرو اور بعض اوقات باء کا صلہ حذف ہوتا ہے مثلا قرآن کریم میں آتا ہے یا یھا الذین آمنوا یعنی "اے حق قبول کرنے والوں" یہاں آمنوا کا مفعول بہ محذوف ہوتا ہے دراصل یہ جملہ یوں ہے یا یھا الذین آمنوا بالحق او بما انزل اللہ علی رسولہ اور بعض اوقات ایمان یا اسکے مشتقات بغیر صلے کے آتے ہیں اور صلہ محذوف بھی نہیں ہوتا تو اس حالت میں یہ امن میں آنے، امن والا ہونے کے معنی میں آتا ہے مثلا اللہ نے فرمایا من دخلہ کان آمنا یعنی جو وہاں داخل ہوگا وہ امن میں آجائے گا اور معجم الرائد میں ہے آمن بالدین : انقاد لہ واطاع تعالیمہ ترجمہ : آمن بالدین کا مطلب ہے دین کی اطاعت کرنا اور اسکی تعلیمات کا مطیع ہونا اور آمن لہ : انقاد لہ واطاعہ ترجمہ : آمن لہ کا مطلب ہے انکی فرمانبرداری کرنا

اور اسکی اطاعت کرنا اور معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ میں ہے آمن باللہ او آمن للہ: اسلم لہ و انقاد و اذعن ترجمہ : آمن باللہ یا آمن للہ کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ کے سپرد ہو جانا یا اسکی فرمانبرداری کرنا یا اسے تسلیم کرنا۔

اللہ کو مطلوب ایمان

اللہ کو مطلوب ایمان یہ ہے کہ اسکے سارے احکام اسکی ساری آیتوں کو تن من یعنی دل اور اعضاء سے قبول کرے اسکی پیروی کریں لہذا اگر کوئی شخص دل سے تو اللہ کے کسی حکم و آیت کو قبول کرتا ہو لیکن اپنے اعضاء سے اسے قبول نہ کرتا ہو تو وہ مؤمن نہیں ہے کیونکہ اس نے اللہ کے حکم کو من سے تو قبول کیا لیکن تن سے قبول کرنے کے بجائے اسے ٹھکرا دیا یہ کفر ہے مثلاً اللہ کا حکم ہے کہ صلوۃ قائم کی جائے لیکن کوئی شخص دل سے صلوۃ کی فرضیت کو قبول کرتا ہے لیکن اسکا عمل اس فرضیت کو قبول نہیں کر رہا کہ وہ صلوۃ کی ادائیگی نہیں کر رہا تو وہ عند اللہ مؤمن نہیں کیونکہ وہ ایمان شرعی کا حامل نہیں ہے. جس پر عذاب و ثواب اور اچھے اور برے ہونے کا دارمدار ہے اور یہ ہی معاملہ اللہ تعالی کی ساری آیتوں اور سارے احکام و فیصلوں میں ہے۔

قرآن مجید کی آیتوں سے ایمان کا بیان

تو اللہ نے فرمایا إنما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا بأموالهم وأنفسهم في سبيل الله أولئك هم الصدقون (۱۵: الحجرات) یعنی "مؤمنین صرف وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اسکے قاصد کو قبول کیا پھر شک نہ کیا اور اپنے اموال اور اپنے نفس سے اللہ کی راہ میں پوری کوشش کی یہ لوگ (دعوی ایمان میں) سچے ہیں" معلوم ہوا مؤمن ہونے کے لئے صرف دل سے حق کو قبول کرنا کافی نہیں بلکہ اسکے اعمال میں بھی اسے تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ ایسا شخص شرعاً مؤمن نہیں۔

اللہ نے انسانوں کو اس کی آیتیں اور اسکے رسولوں کو غیر مشروط طور پر قبول کرنے کا حکم دیا ہے اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ صرف اللہ کی آیتوں کو صرف دل سے قبول کر لو یہ ہی مؤمن ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ عمل سے بھی انہیں قبول کرنا ایمان کی درستی و صحت کے لئے ضروری ہے مثلاً اللہ نے فرمایا من لم یؤمن باللہ و رسولہ فانا اعتدنا للکفرین سعیرا (الفتح: ۱۳) یعنی "جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کو قبول نہ کرے تو ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے" اس آیت میں بھی اللہ نے اللہ و رسول کو قبول نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا اور ہر وہ شخص اللہ و رسول کو نہ قبول کرنے والا ہے جو اپنے دل سے یا پھر عمل سے اللہ کی آیتوں کے مطابق نہ ہو اسے قبول نہ کرے لہذا ہر مجرم کافر ہے۔

اللہ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کر دی جو کسی مؤمن کو ادارے سے قتل کرے فرمایا و ما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ (النساء: ۹۲) یعنی "اور کوئی مؤمن کسی مؤمن کو قتل نہیں کر سکتا مگر غلطی سے"

اللہ نے مؤمن ہونے کے لئے سود چھوڑنا شرط قرار دیا تو معلوم ہوا کہ ایمان کے لئے عمل شرط ہے فرمایا یا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربا إن كنتم مؤمنين (۲۷۸: البقرة) یعنی "اے مؤمنوں اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو"۔

اللہ نے مؤمن ہونے کے لئے یہ شرط قرار دیا کہ وہ اللہ کے خلاف کسی سے نہ ڈریں اس سے اللہ نے عمل کو بھی ایمان میں شامل کیا فرمایا إنما ذلكم الشيطان يخوف أولياءه فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنين (۱۷۵: آل عمران) یعنی "شیطان تم صرف اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے لہذا تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو" معلوم ہوا کہ اگر کوئی مؤمن ہوگا تو وہ اللہ کے خلاف کسی سے نہیں ڈرے گا

توجو اللہ کے خلاف کسی اور سے ڈرے وہ مؤمن نہیں اس میں ہر گناہ گار شامل ہوگیا یوں ہی اللہ نے فرمایا أتخشونهم فالله أحق أن تخشوه إن كنتم مؤمنين (۱۳: التوبة) یعنی "کیا تم ان سے ڈرتے ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو"۔

اللہ نے مؤمن ہونے کے لئے یہ شرط قرار دیا کہ وہ اللہ و رسول اور امیر کی اطاعت کریں اور اختلاف کی صورت میں معاملے اللہ ورسول کی طرف لوٹائیں اور یہ عمل ہے جو ایمان کے لئے شرط ہے لہذا جو اللہ ورسول اور امیر شرعی کی اطاعت نہ کرے وہ مؤمن نہیں فرمایا یا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا (۵۹: المائدة) یعنی "اے مؤمنو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور تم میں سے جو حکم والے ہیں انکی اطاعت کرو پھر اگر تم کسی معاملے میں اختلاف میں مبتلا ہو جاؤ تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر اور اسکا انجام سب سے بہتر ہے"۔

اللہ نے مؤمن ہونے کے لئے یہ شرط کیا کہ وہ صرف اللہ پر اعتماد و بھروسہ کریں اور بھروسہ اعتقاد و عمل دونوں سے ہی ہوتا ہے فرمایا على الله فتوكلوا إن كنتم مؤمنين (۲۳: المائدة) یعنی "اگر تم مؤمن ہو تو صرف اللہ پر بھروسہ کرو" معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور پھر جو بھروسہ کرتے ہیں وہ مؤمن نہیں تو یہاں پر بھی اللہ نے بتایا کہ مؤمن صرف قلبی ایمان والے کو نہیں بولتے مؤمن ہونے کے لئے عملی ایمان بھی ضروری ہے۔

اللہ نے مؤمن ہونے کے لئے متقی ہونا شرط قرار دیا لہذا جو متقی نہیں وہ مؤمن نہیں فرمایا واتقوا الله إن كنتم مؤمنين (۵۷: المائدة) یعنی "اور اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو تو" اور فرمایا اتقوا الله إن كنتم مؤمنين (۱۱۲: المائدة) یعنی "اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو"۔ معلوم ہوا جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ مؤمن نہیں۔

اللہ نے فرمایا فكلوا مما ذكر اسم الله عليه إن كنتم بآياته مؤمنين (۱۱۸: الانعام) یعنی " تو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو"۔ اللہ نے مؤمن ہونے کے لئے شرط قرار دیا کہ اس میں سے کھایا جائے جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو جب یہ کھانا ایک عمل ہے اور اس پر مؤمن ہونے یا نہ ہونے کا دارمدار اللہ نے رکھا معلوم ہوا مؤمن ہونے کے لئے ایمان قلبی کافی نہیں ایمان عملی بھی ضروری ہے مؤمن کہتے ہی اسے ہیں جو عملا اور قلبا مؤمن ہو۔

اللہ نے فرمایا أطيعوا الله ورسوله إن كنتم مؤمنين (۱: الانفال) یعنی "اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مؤمن ہو"

معلوم ہوا مؤمن ہونے کے لئے اللہ ورسول کی اطاعت شرط ہے ورنہ وہ مؤمن نہیں لہذا اللہ کا ہر نافرمان مؤمن نہیں ہے اور معلوم ہوا کہ ایمان صرف دل سے حق کو قبول کرنے کے نام نہیں بلکہ عمل سے بھی اللہ کے احکام کو قبول کرنا مؤمن ہونے کے لئے شرط ہے۔

اللہ نے فرمایا قد جاءتكم بينة من ربكم فأوفوا الكيل والميزان ولا تبخسوا الناس أشياءهم ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها ذلكم خير لكم إن كنتم مؤمنين (۸۵: الاعراف) یعنی "تمہارے پاس تمہارے آقا کی طرف سے واضح حجت آچکی ہے لہذا ناپ اور تول پورا کرو اور انسانوں کو انکی اشیاء پوری دو اور زمین میں اسکی اصلاح کرنے کے بعد فساد مت کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مؤمن ہو" معلوم ہوا مؤمن ہونے کے لئے واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے بچنا شرط ہے اللہ نے اس آیت میں مؤمن ہونے کی شرط یہ بتائی جو حضرت شعیب اپنی قوم کو بتارہے ہیں کہ ناپ و تول میں کمی نہ کریں اور کم کر کے نہ دیں اور زمین میں فساد نہ کریں یہ سب عملی ایمان ہے قلبی و اعتقادی ایمان نہیں معلوم ہوا مؤمن وہ نہیں جو دل سے تو اللہ کی آیتوں اور اسکے احکام کو قبول کرتا ہے اسے دل سے تسلیم کرتا ہے

لیکن اپنے عمل سے انکی مخالفت کرتا انہیں ٹھکراتا ہے ایمان اعتقاد و عمل دونوں سے اتباع کا نام ہے اسکے بغیر کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا۔

احادیث سے ایمان کا بیان

1) رسول اللہ نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی بھی مؤمن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اسکے والد اور اسکی اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ اسکے نزدیک محبوب تر نہ ہوجاؤں "رواہ البخاری و مسلم ۔ معلوم ہوا مؤمن ہونے کے لئے صرف دل سے ایمان رکھنا کافی نہیں بلکہ اللہ و رسول کی اطاعت بھی مؤمن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ والد یا اولاد یا کسی بھی انسان کے خاطر وہ اللہ و رسول کی نافرمانی نہ کرے اگر وہ لوگوں کے خاطر اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا تو مؤمن نہیں ہے اور ایک بندے میں ایمان و معصیت جمع نہیں ہوسکتے۔

2) رسول اللہ نے فرمایا "جب زانی زنا کررہا ہوتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا اور چور جب چوری کررہا ہوتا ہے وہ مؤمن نہیں ہوتا اور شراب پیتے وقت وہ شخص مؤمن نہیں ہوتا "رواہ البخاری و مسلم ۔ زنا و چوری و شراب نوشی یہ اللہ کی نافرمانی ہے اور رسول اللہ خود فرمارہے ہیں ایسے لوگ مؤمن نہیں معلوم ہوا مؤمن ہونے کے لئے عمل شرط ہے اور اس طرح کی بے شمار احادیث طیبہ موجود ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب الوصول الی اقوال الرسول میں شرح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اعتراضات کے جوابات

1) اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں الذین آمنوا و عملوا الصالحات یعنی "جنہوں نے قبول کیا اور نیک اعمال کئے" تو اگر نیک اعمال ایمان ہی میں شامل ہوتے ہیں تو اللہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا ذکر الگ سے کیوں کرتا ہے!

جواب: ایسے مقامات پر اللہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا ذکر بطور وضاحت کرتا ہے اگرچہ وہ پہلے والے جملے میں ہی شامل ہوتے ہیں اسے اہل بلاغت کی زبان میں تجرید کہتے ہیں کہ وضاحت کرنے کے لئے پہلے لفظ یا جملے کے کوئی معنی کو الگ سے وضاحت کے لئے ذکر کرنا مثلاً لفظ الفقیر کا مطلب ہے محتاج اور البائس کا معنی بھی محتاج ہے لیکن اللہ نے قرآن میں تکرار سے اسکا ذکر کیا فرمایا اطعموا البائس الفقیر (سورۃ الحج) یعنی "کھلاؤ محتاج کو" البائس کا معنی بھی محتاج اور الفقیر کا معنی بھی محتاج لیکن بائس کی صفت کو فقیر سے تعبیر کرکے الگ سے وضاحت کے لئے ذکر کردیا ہے یوں ہی الذین آمنوا و عملوا الصالحات میں ہے اور اسکی ایک اور مشہور مثال ہے اللہ نے فرمایا سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا (بنی اسرائیل) یعنی پاک ہے وہ ہستی جو اپنے بندے کو لے گئی رات میں "اسری کا معنی ہوتا ہے "رات میں سفر کروانا" لیکن لیلا کا آگے الگ سے ذکر کیا جسکا معنی بھی رات ہی ہوتا ہے جو اسری کے معنی کا ایک جزو حصہ ہے یہ ہے تجرید لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ یہ صفت جو الگ سے ذکر کی گئی ہے وہ اپنے پہلے والے کلمے کے مفہوم میں شامل نہیں ہوتی جب پہلا کلمہ کسی اور کلام میں استعمال ہو یعنی مثلاً البائس الفقیر دونوں کا ایک معنی کیا "محتاج" اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ البائس اکیلا دوسرے کسی کلام میں آئے گا تو اسکا ترجمہ ہی نہیں ہوگا جیسے البائس الفقیر میں صرف الفقیر کا ترجمہ ہوا اور البائس کا نہیں ہوا! بلکہ ترجمہ تو ہوگا یوں ہی الذین آمنوا سے اعتقاد و عمل دونوں مراد ہوتے ہیں لیکن جب کسی جملے میں اسکے بعد و عملوا الصالحات بھی آجاتا ہے تو اب عمل کا ذکر الگ ہونے کی وجہ سے الذین آمنوا سے صرف ایمان قلبی مراد ہوتا ہے یہ تجرید ہے یہ قرینے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

مسلم کا مطلب

مسلم عربی زبان کا لفظ ہے جسکا معنی ہوتا ہے "فرمانبردار"۔ مسلم باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی اسلم یسلم اسلاما فھو مسلم اسلم ای انقاد یعنی اسلم فعل ماضی کا صیغہ ہے جسکا معنی ہے انقاد یعنی فرمانبردار ہوا اور جب لام جار کے صلے کے ساتھ آتا ہے

تو اسکا معنی ہوتا ہے حوالے ہو جانا مثلاً من اسلم وجہہ للہ یعنی "جو اپنی ذات اللہ کے حوالے کر دے" تو معلوم ہوا کہ مسلم کا معنی ہوتا ہے "فرمان بردار" لہذا جو شخص اللہ کا نافرمان ہوا سکا گناہگار ہو وہ مسلم نہیں ہو سکتا معلوم ہوا معصیت و اسلام جمع نہیں ہو سکتے۔

کفر کا مطلب

کفر عربی کا لفظ ہے جسکا معنی ہوتا ہے ٹھکرانا، نفی کرنا، رد کرنا، اظہار براءت کرنا، ناشکری کرنا اور چھپانا ہے جسطرح لغات عرب میں دیکھا جا سکتا ہے اللہ نے فرمایا فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسك بالعروۃ الوثقی (البقرۃ) یعنی "تو جو طاغوت کو ٹھکرائے اور اللہ کو قبول کرے تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا" اور اللہ نے فرمایا انا ھدینہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (الانسان) یعنی "بے شک ہم نے اسے راہ حق کی رہنمائی کی ہے اب یا تو وہ شکر گذار بنے اور یا ناشکرا بنے" اور اللہ نے فرمایا ثم یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعض (العنکبوت) یعنی "پھر روز قیامت تم ایک دوسرے سے بری ہو جاؤ گے"۔ جب کوئی شخص اللہ کی حکم کی نافرمانی و مخالفت کرتا ہے تو وہ اپنے عمل سے اس حکم کو رد اور اسکی نفی کرتا ہے اسے اپنے عمل سے ٹھکراتا ہے اللہ کی حکم عدولی و اسکی ہدایت کی ناشکری کرتا ہے لہذا اللہ کا ہر نافرمان کافر ہے اسی وجہ سے ہم یہ کہیں گے کہ ہر گناہ گار کافر ہے اور ہر کافر گناہ گار ہے۔

اللہ نے فرمایا قل أطیعوا اللہ والرسول فإن تولوا فإن اللہ لا یحب الکفرین (۳۲: آل عمران) یعنی "اے بندے کہہ دے اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ موڑلیں تو بے شک اللہ کافروں (ٹھکرانے والوں) کو پسند نہیں کرتا" اس آیت میں اللہ نے اللہ و رسول ایک اطاعت سے منہ موڑنے والے کو کافر قرار دیا معلوم ہوا اللہ کا گناہ گار کافر ہے۔

اللہ نے اپنے ہر نافرمان کو ابدی جہنم قرار دیا:

پہلی حجت اللہ نے فرمایا ان المجرمین فی عذاب جھنم خالدون (الزخرف: ۷۴) یعنی "بے شک مجرمین جھنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے" یہ آیت بلکل صریح ہے کہ اللہ کے نافرمان ہمیشہ جہنم میں رہیں گے لہذا ہر نافرمان و فاسق کافر ہے۔

دوسری حجت فرمایا والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلھا وترھقھم ذلۃ مالھم من اللہ من عاصم کأنما أغشیت وجوھھم قطعا من اللیل مظلما أولئك أصحاب النار ھم فیھا خالدون (یونس: ۲۷) یعنی "اور جنھوں نے برائیاں کمائیں برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی سے ہے اور انھیں ذلت چڑھی ہوگی انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا گویا کہ انکے چہروں پر رات کے اندھیر ٹکڑے ڈھانپ دیئے گئے ہوں یہ آگ والے ہیں وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے"۔

غور کریں الذین کسبوا السیئات عام ہے ہر گناہگار کو شامل ہے لہذا گناہگار ابدی جہنمی ہے اور ابدی جہنمی کافر کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔

تیسری حجت ہے فرمایا والذین لا یدعون مع اللہ إلھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ إلا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلك یلق أثاما (۶۸) یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا (الفرقان: ۶۹) یعنی "اور رحمان کے بندے تو وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے دوسرے آقا سے دعا نہیں مانگتے اور اس نفس کو ناحق قتل نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی یہ کرے گا گناہوں سے جا ملے گا اور عذاب اس کے لئے روز قیامت دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا"

ان آیات کریمہ میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ غیر اللہ سے دعا مانگنا جو کہ شرک ہے اس کے سوا قتل ناحق اور زنا کرنے والا بھی ہمیشہ کے لئے عذاب کا شکار ہوگا۔

چوتھی حجت فرمایا ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ وأعد لہ عذابا عظیما (النساء: ۹۳) یعنی "اور جو کسی مومن کو جان کر قتل کر دے تو اسکا بدلہ جھنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس نے غضب کرے گا اور اس پر لعنت

کرے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کرے گا" ناحق قصداً قتل مومن کرنا شرک نہیں ہے لیکن ایسا قاتل بھی اسلام میں ابدی جھنمی ہونے کا مستحق ہے۔

پانچویں حجت ہے کہ فرمایا الا ان الظالمین فی عذاب مقیم (الشوری: ۴۵) یعنی "لو یقینا ظالم دائمی عذاب میں ہونگے"

یہ حجت ہے اس بات کی کہ جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا ہوگا وہ نقصان اٹھانے والے ہیں انکو اللہ نے ظالم کہا اور انھیں دائمی اور ہمیشہ کے عذاب کے مستحق قرار دیا اور بلکل واضح ہے کہ اس کے عموم میں کافر و مشرک ساتھ ساتھ مرتکب کبیرہ بھی شامل ہے کیونکہ جو کفر حقیقی و شرک کے علاوہ گناہ کرکے اور اہل خانہ کو تبلیغ دین نہ کرکے یا انھیں گناہ میں لگا کر انھیں قیامت کے دن نقصان میں ڈال دے گا انکے لئے دائمی عذاب کی وعید ہے۔

چھٹی حجت ہے کہ فرمایا ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین (النساء: ۱۴) یعنی اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اسکے حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ اسے آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اسکے لئے ذلت کا عذاب ہوگا۔

ساتویں حجت کے لئے پہلے جھنم کی خصوصیت کو سمجھنا ہوگا پھر یہ دلائل سمجھ آئیں گے جھنم کے عذاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے چھٹکارہ نہیں مل سکتا ہے یعنی اس سے نجات ممکن نہیں ہے وہاں سے واپسی کا راستہ نہیں اسکا عذاب دائمی اور ابدی ہے لہذا جس فعل پر جھنم کی وعید ہے اسکا فاعل بھی ہمیشہ کے لئے جھنمی ہے وہاں سے خارج نہیں ہوگا دیکھیں والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم إن عذابھا کان غراما (الفرقان: ۶۵) یعنی "اور وہ بھی رحمن کے تابعدار ہیں جو کہتے ہیں ہمارے آقا ہم سے جھنم کا عذاب پھیر دے بے شک اسکا عذاب دائمی ہے"۔

معلوم ہوا عذاب جھنم دائمی ہے لہذا جس گناہگار کو جھنم کی وعید ہے وہ دائمی عذاب کا شکار ہوگا یعنی وہ مخلد فی جھنم ہے اور بہت سارے گناہوں پر جھنم کے عذاب کی وعید ہے مثلاً ناحق قتل مومن یا ایمان لانے سے روکنا یا کفار کے خلاف قتال میں بے اجازت شرعی پیٹھ پھیرنا اور سونا چاندی دبا کر رکھنا اور اللہ کی راہ میں نہ خرچ کرنا۔ جب انکا عذاب شروع ہوجائے تو اسکی کبھی مغفرت نہیں ہوگی نہ کہ عارضی عذاب۔ یوں ہر مجرم جھنمی ہے اور آپ جانتے ہیں جھنم ابدی عذاب کی جگہ ہے وہاں سے نکلنا کسی کے لئے ممکن نہ ہوگا فرمایا ونسوق المجرمین الی جھنم وردا (مریم: ۸۶) یعنی "اور ہم مجرموں کو جھنم کی طرف لے جائیں گے"۔ مجرموں میں سارے گناہگار شامل ہیں۔

آٹھویں حجت ہے کہ بلی من کسب سیئۃ وأحاطت بہ خطیئتہ فأولئك أصحاب النار ھم فیھا خالدون (البقرۃ: ۸۱) یعنی کیوں نہیں جو کوئی برائی حاصل کرے اور اس شخص کا گناہ اسے گھیر لے تو وہ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ حجت ہے کہ دائمی عذاب صرف شرک اعظم کی وجہ سے نہیں ہوگا کیونکہ یہ آیت کریمہ عام ہے اس میں شرک کی قید و شرط نہیں ہے بلکہ وہ بھی دائمی ناری ہے جو کوئی برائی کرے اور وہ اس سے توبہ نہ کرے اور اسکے ساتھ ہی مرجائے اور اسی کے ساتھ اللہ سے ملے۔

نویں حجت ہے جس کو سمجھنے سے پہلے آخروی عذاب کی خصوصیت جاننی ہوگی۔ آخروی عذاب صرف ان کے لئے ہے جو اللہ کی نظر میں کافر ہیں اور کافر ابدی جھنمی ہیں اور لہذا جس گناہ پر عذاب ہے اور وہ بڑے گناہ ہیں یعنی کبیرہ گناہ اسکا مرتکب ابدی جھنمی ہے اور کافر بھی ہے دلائل دیکھیں:

اللہ نے فرمایا اتقوا النار التی اعدت للکافرین (آل عمران: ۱۳۱) یعنی "آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے" اور فرمایا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین (البقرۃ: ۲۴) یعنی "تو آگ سے ڈرو جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہونگے جو کافروں

کے لئے تیار کر رکھی ہے" اور فرمایا انا اعتدنا جھنم للکافرین نزلا (الکھف:۱۰۲) یعنی "بے شک ہم نے جھنم کی ضیافت کافروں کے لئے تیار کی ہے" اور فرمایا عرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضا (الکھف:۱۰۰) یعنی "ہم اس دن جھنم کو پیش کریں گے کافروں کے لئے" کافرین کی قید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا عذاب اور جھنم کافروں کے لئے ہے ان کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے یہ انھی کے لئے تیار ہوا ہے۔

اور فرمایا للکافرین عذاب مھین (البقرۃ:۹۰) یعنی ذلت کا عذاب کافروں ہی کے لئے ہے اور فرمایا للکافرین عذاب الیم (البقرۃ:۱۰۴) یعنی دردناک عذاب کافروں ہی کے لئے ہے اور فرمایا ان للکافرین عذاب النار (الانفال:۱۸) یعنی کہ "آگ کا عذاب کافروں ہی کے لئے ہے" اور واعتدنا للکافرین منھم عذابا الیما (النساء:۱۶۱) یعنی اور ہم نے گذشتہ الھامی کتاب کے دعویداروں سے جو کافر ہیں دردناک عذاب انکے لئے تیار کیا ہے استدلال اسطرح ہے کہ یہاں خبر بتدا پر مقدم ہے اور جب خبر بتدا پر مقدم ہو تو حصر کا معنی آتا ہے مثلا للہ المثل الاعلی یعنی "بلند ترین حجت صرف اللہ کی ہے" یا للہ الحجۃ البالغۃ یعنی "مضبوط حجت صرف اللہ کی ہے" یہاں خبر بتدا پر مقدم تھی تو صرف یعنی حصر کا معنی پیدا ہوا یہ مشھور عربی اصول ہے خیر یہاں سے معلوم ہوا کہ آخروی عذاب اور عذاب جھنم صرف کافروں کے لئے ہوگا۔

دسویں حجت اللہ نے فرمایا لعنۃ اللہ علی الظلمین (الاعراف:۴۴) یعنی نافرمانوں پر اللہ کی رحمت سے دوری لازم ہے "معلوم ہوا کہ اللہ کا ہر نافرمان اللہ کی رحمت سے دور ہے لہذا اسکا جنت میں داخل ہونا محال ہے کیونکہ جنت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے چاہئے وہ کبھی بھی داخل ہو ہزاروں سال بعد داخل ہو تو اللہ کا نافرمان جنت یا کسی بھی دنیاوی و آخروی نعمت کا مستحق نہیں ہے تو معلوم ہوا ہر نافرمان و ظالم کافر ہے ابدی جھنمی ہے۔

گیارہویں حجت اللہ نے فرمایا ومن خفّت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسھم فی جھنم خلدون (المؤمنون:۱۰۳) یعنی "اور جنکے ترازو ہلکے ہونگے تو یہ وہ لوگ ہونگے جنھوں نے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالا جھنم میں ہمیشہ رہیں گے" اور ہر گناہگار نقصان اٹھانے والا ہے لہذا ہر گناہگار ہمیشہ کا جھنمی ہے۔

بارویں حجت اللہ نے فرمایا فادخلوا أبواب جھنم خالدین فیھا فلبئس مثوی المتکبرین (۲۹:النحل) یعنی "تو جھنم میں داخل کردو جہاں وہ تا ابد رہیں گے تو کتنا برا ٹھکانہ ہے متکبروں کا" معلوم ہوا کہ اللہ ہر متکبر کی سزا ابدی طور پر جھنم میں داخلہ بتا رہا ہے اور ہر گناہگار اللہ کے حکم سے تکبر کرتا ہے کیونکہ وہ اسکے حکم سے مخالفت و جنگ کرتا ہے۔

تیرویں حجت اللہ نے فرمایا والذین لا یدعون مع اللہ إلھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ إلا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق أثاما (۶۸) یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا (الفرقان:۶۹) یعنی "اور (رحمن کے تابعدار وہ ہیں) جو اللہ کے ہوتے ہوئے دوسرے آقا سے دعا نہیں کرتے ہیں اور جس نفس کو اللہ نے حرمت دی اسے قتل نہیں کرتے مگر برحق اور زنا نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ گناہ سے ملے گا اسکے لئے عذاب قیامت کے دن دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا"۔ اس آیت میں اللہ نے زانی و قاتل ناحق کو بھی ابدی عذاب کی دھمکی دی ہے جب کہ یہ اعمال ہیں کفر اعتقادی نہیں معلوم ہوا ابدی جھنمی ہونا صرف بدعقیدگی کی وجہ سے نہیں ہوتا بد عملی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے یہ ہی کفر کی حجت ہے تو جسطرح اعتقاد کی برائی انسان کو کافر بناتی ہے یوں عمل کی برائی بھی انسان کو کافر بناتی ہے۔

چودویں حجت ہے کہ ان الفجار لفی جحیم یصلونھا یوم الدین وما ھم عنھا بغائبین (الانفطار:۱۶،۱۷،۱۸) یعنی: "نافرمان بھڑکتی آگ میں ہونگے جس میں وہ جزا کے دن داخل ہونگے اور وہ وہاں سے غائب نہیں ہونگے" معلوم ہوا کہ اللہ نے نافرمان آگ سے نہیں نکلیں

گے یہ ہر نافرمان کے ابدی عذاب میں داخل ہونے کی حجت ہے اور یہ ہر نافرمان کی تکفیر کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ سلوک صرف کفار کے لئے ہے۔

پندرویں حجت ہے کہ ان الذین کذبوا بآیتنا واستکبروا عنھا لا تفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط وکذلک نجزی المجرمین (الاعراف:۴۰) یعنی: "بے شک جنہوں نے ہماری آیتوں کو ٹھکرایا اور ان سے تکبر کیا تو انکے لئے آسمان کے دروازے کبھی بھی نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہونگے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو اور مجرموں کو ہم اسی طرح بدلہ دیں گے" معلوم ہوا ہر مجرم کے لئے یہ ہی بدلہ ہے کہ وہ کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہو یہ عذاب صرف کافر اعتقادی کے لئے نہیں ہے۔

سولویں حجت ہے کہ فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیھا وذلک جزاء الظلمین (الحشر:۱۷) یعنی "تو ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ وہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ نافرمانوں کا بدلہ ہے" معلوم ہوا ہر مجرم کے لئے یہ ہی بدلہ ہے کہ وہ کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہو یہ عذاب صرف کافر اعتقادی کے لئے نہیں ہے۔

سترویں حجت ہے کہ ثم قیل للذین ظلموا ذوقوا عذاب الخلد ھل تجزون الا بما کنتم تکسبون (یونس:۸۵) یعنی پھر نافرمانوں کو کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو جو تم کمایا کرتے تھے تمہیں اسکے سوا اور کس کا بدلہ دیا جائے گا! اور فرمایا فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا انا نسینکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون (السجدۃ:۱۴) یعنی "تو چکھو اسے جو تم اپنے اس دن کو بھول گئے تھے ہم بھی تمہیں بھول گئے ہیں اور دائمی عذاب کو چکھو ان اعمال کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے" اللہ نے بغیر کسی شرط کے اپنے نافرمانوں کے لئے ہمیشہ کے عذاب کا فیصلہ کیا انکے اعمال کے بدلے نہ کہ صرف بدعقیدگی کے بدلے معلوم ہوا ہر نافرمان ابدی جہنمی ہے اور یہ ہی انکی تکفیر کے لئے کافی ہے۔

اٹھارویں حجت ہے کہ اما الذین فسقوا فماواھم النار کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا (السجدۃ:۲۰) یعنی: "جنہوں نے نافرمانی کی ہے تو انکا ٹھکانہ آگ ہے جب بھی وہ وہاں سے نکلنا چاہیں گے اس میں لوٹا دیئے جائیں گے" معلوم ہوا نافرمانوں کو آگ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا وہ ابدی جہنمی ہونگے یہ ہی انکی تکفیر ہے اللہ نے نافرمانوں میں بدعقیدہ اور بدکار کے درمیان فرق نہیں کیا سب ہی نافرمانوں میں شامل ہیں۔

انیسویں حجت ہے اللہ نے مؤمنوں سے قطع تعلقی حرام کی ہے اور انہیں نظر انداز کرنا حرام ہے اسکا ساتھ چھوڑنا حرام ہے لیکن اللہ نے جاہلوں کو چھوڑنے اور نظر انداز کرنے کا حکم دیا فرمایا اعرض عن الجاھلین (الاعراف:۱۹۹) یعنی "جاہلوں کو نظر انداز کردے" جاہلین انہیں کہتے ہیں جو اللہ کی حدود کو پامال کریں حق کو پامال کریں، اللہ کے نافرمان لوگ جب جاہلین کو چھوڑنے کا حکم ہے تو اسکا مطلب وہ مؤمن نہیں کیونکہ مؤمنین کو چھوڑنا حرام ہے اللہ نے قول نوح نقل کرتے ہوئے فرمایا ما انا بطارد الذین آمنوا انھم ملقوا ربھم ولکنی ارٰکم قوما تجھلون ویقوم من ینصرنی من اللہ ان طردتھم افلا تذکرون (ھود:۲۹-۳۰) یعنی میں مؤمنوں کو چھوڑنے والا نہیں بے شک وہ اپنے آقا سے ملاقات کرنے والے ہیں بلکہ میں تمہیں جاہل قوم سمجھتا ہوں اور اے میری قوم مجھے اللہ نے کون بچائے گا اگر میں انہیں چھوڑ دوں تو کیا تم نصیحت نہیں لیتے۔

بیسویں حجت ہے کہ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون (البقرۃ:۲۷۵) یعنی "تو جسکے پاس اسکے آقا کی طرف سے نصیحت آجائے پھر وہ باز رہے تو جو گذر چکا وہ اسے معاف ہے اور اسکا معاملہ اللہ کے

سپرد ہے اور جو پھر کرے گا تو وہ آگ والے ہیں وہ اس میں تا ابد رہیں گے"۔ یہ اس بات کی حجت ہے کہ بد عملی کرنے والا بھی کافر ہے جیسے بد عقیدہ کافر ہوتا ہے کیونکہ اللہ نصیحت سے باز رہنے والوں کو ابدی ناری قرار دیا اور بد عمل بھی بد عقیدہ کی طرح نصیحت سے باز رہتا ہے۔

اعتراضات کے جوابات

1) اللہ نے فرمایا إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد افترى إثما عظيما (۴۸: النساء) یعنی: "یقینا اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے کم ہے جس کے لئے چاہے گا معاف کرے گا اور جو اللہ کے ساتھ شریک بنائے گا تو وہ بڑا جھوٹ باندھے گا" معلوم ہوا شرک سے کم جو گناہ ہیں انکی مغفرت کا امکان آخرت میں ہے لیکن آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ شرک کے سوا بھی جو گناہ ہیں انکی بھی معافی نہیں ہوگی اور وہ کفر ہیں جو ابدی جہنمی ہونے کی وجہ ہیں!

جواب: اس آیت میں ایسا کچھ نہیں ہے کہ شرک اکبر کے سوا ہر گناہ کی مغفرت قیامت کے دن ممکن ہے جب وہ بغیر توبہ کے مرے لہذا ہر گناہ کفر نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ شرک مطلق (جس میں ہر گناہ شامل ہے جیسا کہ آگے آئے گا) اس سے کم جو بھی ہے وہ اللہ جس کے لئے چاہئے گا قیامت کے دن معاف کرے یہ ان گناہوں کی بات ہو رہی ہے جن سے انسان توبہ کر چکا ہوتا ہے اگر انسان اپنی توبہ پر قائم رہے اور تقوے پر موت ہو تو اللہ انہیں بھی روز حساب معاف کردے گا اور اگر قائم نہ رہے اور توبہ توڑدے تو وہ گناہ بھی معاف نہیں ہونگے جن سے اس نے توبہ کی تھی یہ مطلب ہے اس آیت کا کہ "جو اس سے کم ہے جس کے لئے چاہے گا معاف کرے گا" اور اسی بات کو اللہ نے قرآن میں بتایا إن تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم وندخلكم مدخلا كريما (۳۱: النساء) یعنی "اگر تم بڑے امور یعنی جن سے تمہیں روکا جاتا ہے ان سے اجتناب کرو تو ہم تمہاری مصیبتوں کو دور کردیں گے اور ہم تمہیں باعزت مقام میں داخل کریں گے" اور فرمایا يا أيها الذين آمنوا إن تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ويكفر عنكم سيئاتكم ويغفر لكم (الانفال: ۲۹) یعنی "اے مؤمنوں اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمہارے لئے واضح دلیل قائم کردیں گے اور وہ تم سے تمہارے مصائب دور کردے گا اور تمہیں معاف کرے گا اور فرمایا يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم (الاحزاب: ۷۱،۷۰) ترجمہ: "اے اہل ایمان اللہ سے ڈرو اور حق بات کہو وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا اور تمہارے گناہوں کی معاف کرے گا" معلوم ہوا کہ گناہوں سے معافی کی شرط تقوی و پرہیزگاری پر قائم و دائم رہنا ہے یہ ہی لوگ ہیں جنکی مغفرت اللہ چاہتا ہے۔

دوسرا جواب: یہ جواب وہ ہے جو علامہ مجتہد ابوالقاسم محمود بن عمرو جار اللہ الزمخشری نے اپنی تفسیر القرآن الکشاف میں اس آیت کریمہ کے ذیل میں دیا ہے کہ اللہ نے اس آیت میں شرک کی عدم مغفرت اور اسکے سوا باقی گناہوں کی مغفرت کو اپنی مشیئت پر معلق کیا ہے انکے حساب سے لمن یشاء کا تعلق لا یغفر ان یشرک بہ اور یغفر ما دون ذلک ان دونوں جملوں سے ہے یعنی "اللہ جس کے لئے چاہئے گا شرک کی مغفرت نہیں کرے گا اور جس کے لئے چاہئے گا اسکے سوا گناہوں کی مغفرت کردے گا" اور ظاہر ہے شرک کی مغفرت اس ہی کے لئے نہیں کرے گا جو بغیر توبہ کے ہی مر گیا ہوگا اور اسکے سوا گناہوں کی مغفرت اسی کے لئے کرے گا جو ان سے توبہ کرکے اور متقی بن کر اللہ سے ملے گا لہذا اس آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ شرک اکبر کے سوا باقی سب گناہوں کی مغفرت ہو سکتی ہے اگرچہ وہ توبہ کئے بغیر مرا ہو۔

شرک کا مطلب

شرک کا مطلب ہے کہ "کسی کو اللہ کے ساتھ اس امر میں برابر کردینا جس میں اللہ نے اسے برابر نہیں کیا" فرمایا وان تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا (الاعراف: ۳۳) یعنی "اور یہ بھی حرام ہے کہ اللہ کے ساتھ اسے برابر کرو جس کے بارے میں اللہ نے کوئی برہان نہیں

اتاری "لہذا جو شخص کسی کو اللہ کے ساتھ اس امر میں برابر کرے جس میں اللہ نے اسے برابری نہیں دی وہ مشرک ہے لہذا ہر گناہگار مشرک ہے کیونکہ اللہ کا مقام یہ ہے کہ اسے سب سے زیادہ اہمیت و ترجیح دی جائے اسہی کو سب پر فوقیت دی جائے لیکن نافرمان شخص اپنی خواہش کو اللہ پر فوقیت دیتا ہے اسے اللہ رحمن سے زیادہ اہمیت دیتا ہے جو کہ صرف اللہ سبحنہ کا رتبہ و مقام ہے جو وہ خواہش کو دیتا ہے یہ شرک ہے اور ہر گناہگار مشرک کافر ہے ۔ اللہ نے فرمایا قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب إليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى يأتي الله بأمره والله لا يهدي القوم الفسقين (۲۴: التوبة) یعنی اے بندے کہہ دے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری ازواج اور تمہارا کنبہ اور وہ اَموال جنھیں تم سے کمایا اور وہ تجارت جس کے ٹھنڈے پڑنے سے دوڑرتے ہو اور وہ رہائش گاہیں جن سے تم راضی ہو اگر تمہارے نزدیک اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمانوں کو رہنمائی نہیں کرتا ۔

منافق کا مطلب

منافق اسے کہتے ہیں جو اپنے باطن کے خلاف بات ظاہر کرے معجم الغنی میں ہے "النفاق مرد کا اپنے باطن کے خلاف ظاہر کرنا" اور معجم الوسیط میں ہے نافق فلان : اظهر خلاف ما يبطن یعنی "نافق فلان مطلب اس شخص نے اپنے باطن کے خلاف امر ظاہر کی" اور معجم الوسیط میں ہے المنافق من يظهر خلاف ما يبطن یعنی "منافق اسے کہتے ہیں جو اپنے باطن کے خلاف امر کا اظہار کرے" اور معجم الغنی میں ہے رجل منافق : يظهر خلاف ما يبطن یعنی "منافق مرد مطلب وہ شخص جو اپنے باطن کے خلاف امر کا اظہار کرے" لہذا دین میں منافق ہر وہ ہے شخص جو دل سے دین اسلام پر ایمان لانے کا دعوی کرے لیکن اپنے اعمال سے دین اسلام کی مخالفت کرتا ہے وہ منافق ہے یوں ہی وہ بھی منافق ہے جو بظاہر نیک اعمال کرے لیکن اسکے دل میں کفر ہو کیونکہ دین کے باب میں انکا ظاہر انکے باطن کے خلاف ہے اسے ہی منافق کہتے ہیں ۔ منافق کافر ہوتا ہے اور عام کفار سے بدتر کافر ہوتا ہے اسکی ایک تو یہ ہے کہ یہ آستین کا سانپ ہوتا ہے ایمان کا دعوی کرتا ہے لیکن اسکے اعمال مؤمنانہ نہیں ہوتے یا پھر اسکے دل میں ہی ایمان نہیں ہوتا انسان کو باہر کے سانپ سے زیادہ آستین کے سانپ سے خطرہ ہوتا ہے محاورہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" اور اللہ نے فرمایا ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار ولن تجد لهم نصيرا (النساء : ۱۴۵) یعنی "منافقین آگ کے سب سے پچھلی تہ میں ہونگیں اور تو انکے لئے کوئی مددگار نہ پائے گا" معلوم ہوا منافق کی کوئی معافی نہیں اسکا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور اخروی عذاب دائمی عذاب ہے جس سے کوئی چھٹکارہ نہیں اور فرمایا ان المنافقين يخدعون الله وهو خادعهم واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى يراءون الناس ولا يذكرون الله الا قليلا (النساء : ۱۴۵) یعنی "منافقین اللہ کو دھوکہ دینے میں لگے ہیں جب کہ وہ انہیں دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے اور جب وہ صلوۃ کا ارادہ کرتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں انسانوں دکھاتے ہوئے اور اللہ کو بس تھوڑا یاد کرتے ہیں" ۔ منافقین دھوکہ یوں دیتے ہیں کہ زبان میں ایمان کا دعوی کرتے ہیں لیکن انکے اعمال اہل ایمان والے نہیں ہوتے یا پھر انکے دل ہی میں ایمان نہیں ہوتا لہذا مثلاً جو صلوۃ کی فرضیت کو دل سے نہ مانے اور مؤمنوں کے سامنے صلوۃ کی فرضیت کا دعوی کرے یا زبان سے صلوۃ کی فرضیت کا دعوی کرے لیکن صلوۃ کی فرضیت کے حکم کو ترک کرے وہ منافق ہے ۔

انا ظهير الدين بن ذاكر الدين بن عبد البارئ بن عبد الجليل قد صنفت هذه الرسالة في باب التكفير هو باب مهم في السنة الهجرية ۱۴۴۸ واواخر شهر الصفر وادعو الله ان يتقبل هذا السعي ويفيد به كثيرا من الناس ويعصمنا من الاشرار وسلام على المؤمنين والحمد لله رب العلمين